رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے

جوابات

مصنف

علی کورانی عاملی

مترجم

سید ابو محمد نقوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے

ان سوالوں کے جوابات جن کو پاکستانی مجلہ خلافت راشدہ
میں پاکستانی شیعہ علماء کے سامنے پیش کیا گیا تھا یہ مجلہ سپاہ
صحابہ کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔

مصنف

آیۃ اللہ علی کورانی عاملی

مترجم

سید ابو محمد نقوی

رسالہ جیش صحابہ کی غلط فہمیاں اور ہمارے جوابات

مترجم: سید ابو محمد نقوی
ناشر: انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی (ایران۔قم)
طبع اول: ۱۴۲۷ھ ق۔ ۱۳۸۵ھ ش۔ ۲۰۰۶ء
تعداد: ۲۰۰۰
شابک: ۸_۹۲_۴۱_۷۷_۹۶۴
ملنے کے ایڈریس:
ایران: قم المقدسہ، انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی، بلوار بہار، جب حتل الزہرا (س) فون نمبر: 0098251\7749875
E-mail:public-relations@Qomicis.com
ہندوستان: عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباس لکھنو، یوپی۔
فون نمبر: 0091522\647596 فیکس نمبر: 647910

عرض ناشر

تمام آسمانی ادیان و مذاہب کی تاریخ کے بارے میں تحقیق اور جائزے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ہر آئین و مذہب کے سامنے دو قسم کا خطرہ درپیش رہا ہے: ۱۔ بدخواہ اور دشمن ۲۔ شدت پسند طرفدار اور دوست۔

دشمن اس دین کی اچھائیوں اور حقائق کو چھپا کر اس کی تعلیمات کو سبک اور پھیکا کرنے کی کوشش میں رہے ہیں اور نادان شدت پسند طرفداروں کی دینی معارف اور تعلیمات کو بڑا دکھا کر اسے وسیع بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں انسان آسمانی کتب اور ادیان میں تحریف جیسی منحوس، بدترین اور افسوسناک حرکتوں کی بنا پر انگشت بدنداں ہے جو ایک بہت بڑی خیانت ہے۔ مقدس کتابوں میں کمی یا زیادتی مذکورہ دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کے ذریعہ ممکن ہے ان دو اسباب کی بنا پر ہی یہودی مذہب کے فریسیہ، سامریہ، صدوقیہ، اسنیہ، قاریہ اور دونمہ جیسے فرقوں میں تقسیم ہو گیا یا عیسائیت میں کیتھولک، آرتھوڈکس اور پروٹسٹینٹ جیسے فرقے وجود میں آگئے۔ دین اسلام اپنی عالمی عظمت و شوکت کے باوجود اس افراط و تفریط سے محفوظ نہیں رہ سکا ہے۔

ظہور اسلام کے بعد مختصر سے عرصے میں دنیا کے دور ترین علاقوں میں اسلام کے چاہنے والے پیدا ہو گئے اور کچھ افراد اسے عشق کی حد تک چاہنے لگے اور اس میں غلو کرنے لگے، اس کے مقابلے میں کچھ لوگ اس سے شدید کینے اور جلن کی وجہ سے اس کی دشمنی میں لگ گئے، اسلام کے حد سے بڑھ جانے والے دوستوں میں سے کچھ شیعوں کے ائمہ کو خدا کہنے لگے اُن اماموں نے ان سے بیزاری کا اعلان کر دیا اسی طرح مخالفین بھی دین میں شکوک وشبہات اور غلط فہمی پیدا کرنے اور تفرقہ ڈالنے میں لگ گئے، جیسے احمد بن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب ایسے ہی افراد تھے جنھوں نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے عقائد و اعمال میں شبہات پیدا کیے جس سے بے شمار اختلافات اور سوء ظن شروع ہو گئے، پاکستان میں طالبان یا سپاہ صحابہ نامی اہل سنت کی ایک جماعت نے مذہب شیعہ بعض اصولوں کے سلسلہ میں کچھ سوالات اور شبہات پیش کیے ہیں جن کے جوابات حاضر خدمت ہیں اور اس وقت کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ سپاہ صحابہ کے ان ہی چالیس سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے یہ جوابات عظیم دانشمند آیۃ اللہ علی کورانی عاملی نے دیے ہیں اور مترجم ارجمند سید ابو محمد نقوی نے کافی محنت اور دقت نظر کے ساتھ ان کا اردو ترجمہ کیا ہے مرکز جہانی علوم اسلامی اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے مؤلف، مترجم اور ان تمام افراد کا شکر گزار ہے جنھوں نے اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں زحمت اٹھائی ہے خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ اعلیٰ مقصد تک پہنچنے میں ہماری اور دنیا کے تمام لوگوں کی رہنمائی فرمائے۔ والسلام

معاونت تحقیق

ادارہ برنامہ ریزی وسامانہی تحقیقات

فہرست کتاب

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین،وافضل الصلاۃ واتم السلام،علی سیدناونبینامحمدوآلہ الطیبین الطاھرین.

یہ ان ۴۴ سوالات کے جوابات ہیں جو سپاہ صحابہ کے زیرِ نظر شائع ہو جانے والے مجلّہ میں علماء شیعہ کے سامنے پیش کیے گئے، ان سوالات کی اہمیت کے پیش نظر مجھ سے بعض پاکستانی برادران نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں ان سوالات کے جوابات تحریر کروں حالانکہ سوالات بہت معمولی قسم کے ہیں، مذہب اہل بیتؑ طاہرینؑ کے دفاع کی غرض سے ان کے جوابات تحریر کر دیے ہیں۔

ہم خداوند قدوس سے دعا گو ہیں کہ خدایا طالب حق کی ہدایت کر اور متکبرین کو نیست و نابود فرما وھو حسبنا و نعم الوکیل

اسماء بنت عمیس سے ابوبکر کی شادی

سوال ا

جب آپ کے نزدیک ابوبکر صدیق منافق، مرتد، ظالم اور غاصب ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بھائی جعفر طیار علیہ السلام کی بیوہ اسماء بنت عمیس کا عقد ان کے ساتھ کیوں ہونے دیا؟

جواب ا

یہ سوال، سوال کرنے والے کی تاریخ سے ناآگاہی کی دلیل ہے اسلئے کہ حضرت ابوبکر نے اسماء بنت عمیس سے پیغمبر اسلامؐ کے دور حیات میں ہی ان کے شوہر حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد عقد کرلیا تھا۔ اس کی تفصیل کتاب صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۲۷ پر جناب عائشہ سے اس طرح نقل کی گئی ہے:

عن عائشة قالت نفست اسماء بنت عميس

بمحمد بن ابی بکربالشجرة،فامر رسول
الله ابابکریأمرهاان تغتسل وتهلّ

"عائشہ کا کہنا ہے کہ اسماء بنت عمیس نے جب محمد بن ابوبکر کو مقام شجرہ پر جنم دیا تو رسول اکرم ﷺ نے ابوبکر کو اس بچہ کو غسل دینے اور اس کے کان میں اذان واقامت کہنے کا حکم دیا"

ہمیں تاریخ میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اسماء کی شادی حضرت ابوبکر سے کرائی ہو!!

لیکن اسماء بنت عمیس نے حضرت ابوبکر سے عقد کیوں کیا اور حضرت رسول اکرم ﷺ یا حضرت علی علیہ السلام نے انھیں منع کیوں نہیں کیا؟

جواب: پیغمبر اسلام ﷺ نے احکام اسلام ظاہری طور پر جاری کئے ہیں، لوگوں کے مافی الضمیر پر لاگو نہیں کئے اور نہ ہی کسی کے عیوب سے پردہ ہٹایا ہے یہ بات مسلّم ہے جیسا کہ مسند احمد جلد۴ صفحہ ۸۳ پر تحریر ہے:

ان فی اصحابی منافقین

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"میرے اصحاب میں بعض افراد منافق ہیں" اور صحیح مسلم میں بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

لانخرق علی احد ستراً

"میں کسی کے گناہوں پر پڑے ہوئے پردے نہیں اٹھاتا"

مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۱۴ پر ابن عمر سے روایت نقل ہوئی ہے:

"میں پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں تھا جب حرملہ بن زید نے رسول خدا کی خدمت میں آکر آپ کے سامنے بیٹھتے ہوئے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ایمان یہاں پر ہے، اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا نفاق یہاں پر ہے اور میری زبان پر ذکر خدا بہت کم جاری ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ خاموش رہے جب حرملہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے منھ پھیر لیا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے حرملہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللهم اجعل له لساناًصادقاًوقلبا
شاكراً،وارزقه حبي وحب من يحبني وصل
امره الى الخير

یعنی خدایا اس کی زبان میں سچائی، اس کے دل میں شکرگذاری کی صلاحیت پیدا کر، اس کو میری اور میرے محبّ کی محبت عطا کر اور اس کو نیکی کی ہدایت عطا فرما اس وقت حرملہ کہنے لگا:

یارسول اللہ میرے کچھ منافق دوست ہیں اور میں ان سب کا سردار ہوں کیا میں آپ کو ان کے بارے میں کچھ بتاؤں؟ تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

من جائنا کماجئتنااستغفرناله کما استغفرنا
لک،ومن اصرعلیٰ ذنبه فالله اولیٰ به،
ولانخرق علیٰ احد ستراً

"یعنی میرے پاس جو بھی آتا ہے میں اس کیلئے طلب مغفرت کرتا ہوں جیسا کہ تم آئے اور میں نے تمہارے لئے طلب مغفر

پر اصرار کرتا ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اور میں کسی کا راز فاش نہیں کرتا اس روایت کے تمام راوی صحیح ہیں''

ابو بکر ظاہری طور پر مسلمان تھے لہٰذا پیغمبر اسلام ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ایک مسلمان کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان کے حقیقی چہرہ سے نقاب نہیں ہٹائی۔

لیکن یہ مسئلہ کہ اہل بیتؑ اور صحابہ کے سلسلہ میں ہمارا کیا عقیدہ ہے اس کا واضح جواب یہ ہے کہ ہم پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں آپ کے بعد قرآن اور اہل بیت سے متمسک رہنے کا حکم دیا ہے اور اس کی واضح دلیل فریقین کے نزدیک صحیح شمار کی جانے والی حدیث ثقلین ہے۔ لہٰذا ہم نے قرآن اور سنت کو صرف اور صرف اہل بیتؑ سے حاصل کیا ہے اور ہم صحابہ کے اچھے و برے ہونے کو اہل بیتؑ کی کسوٹی پر تولتے ہیں یہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت اور بغض پیغمبر اکرمؐ کے دور حیات میں اور آپ کے بعد، ایمان اور نفاق کو پرکھنے کا ترازو ہے(۱)

یہی مطلب دیگر ائمہ اہل بیتؑ کے بارے میں بھی ہے پس اگر ہمارے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ علی علیہ السلام، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا، امام حسن علیہ السلام و امام حسینؑ یا باقی ائمہ معصومینؑ میں سے کوئی امام کسی شخص کے بارے میں اچھا

۱۔ مراجعہ کیجئے کتاب الغدیر مؤلف علامہ امینی جلد ۳ صفحہ ۱۸۲۔ جس میں ترمذی اور احمد سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

نظریہ نہیں رکھتے تھے تو ہم ان کی رائے کو بسر و چشم تسلیم کرتے ہیں اور اس شخص سے یقیناً نفرت کرتے ہیں چاہے وہ شخص صحابی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ہم کو اہل بیتؑ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے صحابہ کی اتباع کا نہیں۔

لیکن آپ نے خود ہی روایات نقل کر کے اپنے لئے مشکل ایجاد کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت ابو بکر اور عمر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۱۵۲ پر تحریر ہے:

من قول عمر مخاطباً علياً والعباس: فقال ابوبكر قال رسول الله: مانورث ماتركنا صدقة فرأيتماه كاذباً آثماً غادراً خائناً، والله يعلم انه لصادق بار راشدٌ تابعٌ للحقِ. ثم توفى ابوبكر وانا ولي رسول اللّٰه وولي ابى فرأيتماني كاذباً آثماً غادراً خائناً والله يعلم انى لصادق بار راشد تابع للحق فوليتها، ثم جئتني انت وهذا وانتما جميع وامركما واحد فقلتما ادفعها الينا ... الخ

''عمر نے حضرت علی علیہ السلام اور عباس سے یوں خطاب کیا: ابو بکر سے مروی ہے کہ رسول اللہ کا فرمان ہے: ''ہم ترکہ میں میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے'' مگر تم دونوں ان (ابو بکر) کو کاذب، گنہگار غدار اور خائن سمجھتے ہو، خدا کی قسم اللہ بہتر جانتا ہے وہ سچے اور حق کے تابع تھے جب ابو بکر مر گئے تو ان کے بعد میں رسول اللہ اور ابو بکر کا ولی ہوا لیکن تم دونوں کی

نظر میں، میں کاذب، گنہگار، غدار اور خائن ہوں، جبکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں بھی سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں، لہٰذا میں نے خلافت قبول کی ہے، مگر تم دونوں میرے پاس اس مقصد سے ہو کہ میں یہ خلافت تم کو سونپ دوں"

خود آپ ہی کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عمر کے بقول حضرت علی علیہ السلام اور عباس نے ابوبکر اور عمر کو چار رکیک حرکتوں سے منسوب کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور عباس کی نظر میں شوریٰ اور سقیفہ حضرت ابوبکر اور عمر کی رچی ہوئی سازش تھی تا کہ وہ ان کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا فدک غصب کر سکیں۔

کیا شرعی نسب باپ سے ہوتا ہے؟

سوال ۲

جب آپ کے مذہب میں سید اس کو کہا جاتا ہے جو باپ کے ذریعہ بنی ہاشم کی طرف منسوب ہو تو حضرت علی علیہ السلام کی وہ اولاد جو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے نہیں ہے وہ آپ کے نزدیک کیوں سید نہیں ہے؟ معتبر کتابوں سے دلیل پیش کیجئے

سوال ۳

اگر ماں کی وجہ سے ہے تو پھر امام زین العابدین علیہ السلام سید نہ ہوئے کیونکہ ان کی والدہ (بنت کسریٰ) سیدہ اور قرشیہ نہیں تھیں؟

سوال ۴

حضرت علی علیہ السلام آپ کے نزدیک سید ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کے نزدیک سید ہیں تو ان کی ساری اولاد سید کیوں نہیں؟

جواب ۲ ، ۳ ، ۴

سید ہونے کا معیار صرف ہاشمی ہونا ہے اور ہاشمی صرف باپ کے ذریعہ ہوتا ہے چاہے ماں ہاشمی ہو یا نہ ہو۔ خداوند عالم سورۂ احزاب آیت ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللهِ

"ان بچوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو کہ یہی خدا کی نظر میں انصاف سے قریب تر ہے"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے والدین دونوں ہاشمی تھے اور جو شخص بھی ان کی اولاد ہونے کے اعتبار سے ان کی طرف منسوب ہے وہ ہاشمی اور سید ہے اور کوئی بھی شیعہ حضرت علیؑ کی جو اولاد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے نہیں ہیں اس کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سید نہیں ہیں ہاں جناب فاطمہؑ کی صالح اولاد کے خاص امتیاز ہیں۔

آل محمدؐ اور اہل بیتؑ کون لوگ ہیں؟

سوال ۵

کیا آل محمدؐ سے مراد فقط ان کی اولاد ہے؟ یا بقیہ افراد بھی شامل ہیں؟

سوال ٦

اگر لفظ "آل" اولاد نبی سے مخصوص ہے تو آپ کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام نبی کی آل میں شامل ہیں حالانکہ وہ نبی اکرمؐ کے فرزند نہیں تھے بلکہ آپ کے چچازاد بھائی تھے؟

سوال ۷

اگر آل سے مراد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ ہیں تو آپ حضرات نبی اکرمؐ کی ازواج کو اہل بیتؑ میں کیوں نہیں شامل کرتے؟

جواب ۵ ، ۶ ، ۷

عربی لغت میں ''آل'' سب سے قریبی رشتہ دار کو کہا جاتا ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں ہوتیں، جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شہر میں فلاں بادشاہ کی آل کی حکومت ہے تو یہاں پر بادشاہ کی اولاد مراد ہوتی ہے اور اس میں بادشاہ کی عورتیں شامل نہیں ہوتیں۔

لہٰذا آل نبی میں آپ کی ازواج شامل نہیں ہو سکتیں، ہاں لفظ ''اہل بیتؑ'' مردوں، عورتوں اور تمام اقارب پر صادق آتا ہے۔

پس آل کے لغوی معنی وسیع ہیں کیونکہ اس کا صلبی اور سب سے نزدیک اقرباء پر اطلاق ہوتا ہے اور اہل بیتؑ کے لغوی معنی بھی وسیع ہیں کیونکہ یہ سب سے قریب رشتہ دار اور ازواج کو بھی شامل ہوتا ہے۔

لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ کے لغوی مفہوم کو بدل کر ان کو ایک اسلامی اصطلاح میں استعمال کیا ہے آپ نے اہل بیتؑ اور آل کو ''علی، فاطمہ، حسن علیہ السلام حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے نو اماموں میں منحصر فرما دیا ہے جن کی آخری فرد امام مہدی (عج) ہیں لہٰذا اہل بیت نبی اور آل نبی پیغمبر اسلامؐ کی دو خاص اصطلاحیں ہیں جن میں ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا جیسے لفظ ''الصلاۃ'' جس کے لغوی معنی بہت وسیع ہیں ہر دعا کو شامل ہے لیکن نبی اکرمؐ نے اس لفظ کو اصطلاح میں ایک خاص عبادت کیلئے معین فرما دیا ہے۔

لہٰذا آیت:

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (۱)

''اور یہ بھی حکم ہوا کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کرو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہ تو وہ (خدا) ہے جس کے حضور میں تم سب کے سب حاضر کئے جاؤ گے'' میں لفظ صلاۃ کی تفسیر دعا کے ذریعہ کرے اور یہ کہے کہ جو شخص اپنے ہاتھوں کو بلند کرتا ہے اور اللہ سے دعا مانگتا ہے یا اپنے دل سے دعا کرتا ہے وہ نماز قائم کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ'' اقیموا الصلاۃ'' سے اصطلاحی صلاۃ (نماز) مراد ہے لغوی صلاۃ مراد نہیں ہے۔

اسی طرح اگر یہاں بھی کوئی شخص یہ کہے کہ آل نبی اور اہل بیت نبی سے لغوی معنی مراد ہیں اور اس میں اولاد اور ازواج بھی شامل ہوں گے تو ہم ان سے یہ کہیں گے کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے کلام کو اپنے مفاد میں استعمال نہ کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے آل اور اہل بیتؑ کو مخصوص معنی میں استعمال کیا، ان کے حدود معین کئے اور ان کے مصادیق اور افراد کے نام بیان فرمادئے ہیں لہٰذا قرآن اور احادیث شریفہ میں موجود ان الفاظ کے اصطلاحی معنی مراد ہوں گے لغوی معنی نہیں ہاں اگر کوئی واضح قرینہ موجود ہو جو لغوی معنی پر دلالت کرتا ہو۔

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۷۲/

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس لفظ کے اصطلاحی معنی مراد لئے ہیں اسکی دلیل حدیث کساء ہے جس میں صاف صاف یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ام سلمہ کو چادر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی بلکہ احمد نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ام سلمہ کے ہاتھ سے چادر کھینچ لیا! چنانچہ احمد اپنی مسند جلد ۶ صفحہ ۳۲۳ پر نقل کرتے ہیں: ام سلمہ سے مروی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا: اپنے شوہر اور بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ جناب فاطمہؑ ان کو لے کر گئیں پیغمبر نے سب کے اوپر فدکی چادر ڈال دی پھر سب کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اللھم ان ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی محمد وآل محمد انک حمید مجید

"پروردگار یہ آل محمد ہیں، پس محمد اور آل محمد ﷺ پر اپنی برکتیں اور درود بھیج بیشک تو حمید اور مجید ہے" ام سلمہ کہتی ہیں میں نے ان کے ساتھ شریک ہونے کیلئے چادر اٹھائی مگر فوراً پیغمبر نے میرے ہاتھ سے چادر چھین کر کہا: تم خیر پر ہو(۱)

۱. اس روایت کو ابو یعلی نے اپنی مسند جلد ۱۲، صفحہ ۳۴۴ پر، اور صفحہ ۴۵۶، طبرانی نے معجم کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۳ اور جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۶ پر اور دوسرے علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

نتیجہ

اس مطلب کے پیش نظر کہ آنحضرتؐ نے حدیث کساء میں اہل بیت کے افراد کو معین و مشخص فرمادیا ہے اور اس میں ازواج کو شامل نہیں کیا ہے لہٰذا کسی شخص کا ازواج نبی کو ان کے اہل بیتؑ میں شامل کرنا رسول اسلام کی مخالفت کرنا ہے اور رسول کی مخالفت حقیقت میں اللہ کی مخالفت ہے! اور ایسا کرنا اہل بیتؑ پر ظلم کرنا ہے کیونکہ خداوند عالم کی طرف سے اہل بیتؑ کو عطا کئے گئے حق میں ان کے علاوہ کسی اور کو شامل کرنا ظلم ہے۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ابوبکر سے فدک کا مطالبہ

سوال ۸

ہم نے سنا ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا فدک کا مطالبہ کرنے کیلئے ابوبکر کے پاس گئی تھیں اور ابوبکر آپ کے عقیدہ کے مطابق غاصب اور ظالم ہیں تو کیا شریعت میں انصاف کیلئے ظالم کے پاس جانا جائز ہے!

سوال ۹

کیا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ابوبکر سے اپنا حق لینے کے لئے ان کے پاس اپنے شوہر حیدر کرار کی اجازت سے گئی تھیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ اجازت سے گئی تھیں تو کسی معتبر کتاب سے صفحہ، سطر طباعت کے ساتھ دلیل پیش کیجئے؟

سوال ۱۰

اگر آپ کہتے ہیں کہ بغیر اجازت کے گئی تھیں تو کیا یہ جناب سیدہ ؑ کی شان کے خلاف نہیں ہے؟

جواب ۸ ، ۹ ، ۱۰

۱. سب لوگ جناب سیدہ، صدیقۂ کبریٰ، فاطمہ ؑ کے زہد اور تقویٰ سے آشنا ہیں کہ آپ، آپ کے شوہر، اور آپ کے فرزند کھانے میں مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو اپنے نفوس پر مقدم رکھتے تھے جیسا کہ قرآن کی یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً

''اور اس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں''

اسی طرح سبھی یہ بھی جانتے ہیں کہ صادق اور امین نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اس بیماری کے دوران جس میں آپ نے رحلت فرمائی اپنی بیٹی جناب فاطمہ ؑ سے بطور راز یہ فرمایا تھا کہ فاطمہ ؑ عنقریب مجھ سے ملحق ہوں گی اور ہوا بھی ایسا ہی اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے جو

۱. سورۂ دہر آیت ۸

پیغمبر ﷺ سے جاملا وہ جناب فاطمہ ؑ تھیں (۱)

یہاں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ باغ فدک کے مطالبہ سے جناب فاطمہؑ کا مقصد فدک حاصل کرنا نہیں تھا! ان کا مقصد فقط مسلمانوں کو یہ بتانا تھا کہ وہ شخص جو نبی کی جگہ پر ہے وہ اسلام کے احکام کی سراسر مخالفت کر رہا ہے اور وہ اس باغ کا غاصب ہے، جسکو نبی نے اپنی لخت جگر اکلوتی بیٹی کو دیا تھا۔

پس جب ابوبکر نبی کی لخت جگر پر اپنی خلافت کے پہلے دنوں میں ہی ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں تو باقی مسلمانوں پر ان کے ذریعہ یا ان کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ کے جانشین بننے والوں کے ذریعہ کتنا ظلم ہوگا؟

۲. جناب سیدہ ؑ ابوبکر کے پاس ان کو قاضی اور عادل سمجھ کر قضاوت کی غرض سے نہیں گئی تھیں بلکہ انھوں نے تو ان کی بیعت ہی نہیں کی تھی آپ ان کو خلیفہ ہی نہیں مانتی تھیں پس کیسے ان کو قاضی اور عادل مان لیتیں؟

۳. جنابؑ ابوبکر کے گھر نہیں گئی تھیں مسجد میں تشریف لے گئی تھیں جہاں پر ابوبکر اور ان کے صحابہ بیٹھے تھے اور آپ نے ایک عظیم الشان خطبہ دیا ان کے خلاف امیر المومنینؑ کی خلافت کے غصب کرنے پر دلائل پیش کئے اور باغ فدک کے غصب کرنے میں ان کے ظلم وستم کو واضح کیا۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ انسان کے لئے اپنا حق لینے کی غرض سے ظالم کے پاس جانا، لوگوں کے سامنے اپنے حق کو ثابت کرنا اور اسکے

۱. صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ اور جلد ۸ صفحہ ۷۹

خلاف احتجاج کرنا جائز ہے اگر چہ وہ ظالم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

۴. آیہ تطہیر اور آیہ مباہلہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے معصومہ ہونے پر واضح دلیل ہے صرف آیت تطہیر ہی اس حقیقت کی بیان گر ہے کہ جناب سیدہؑ کبھی بھی اپنے پروردگار کی معصیت نہیں کر سکتیں اور بغیر اپنے شوہر امیر المومنینؑ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔

اسکے علاوہ یہ حدیث:

ان الرب یرضی لرضا فاطمة ویغضب لغضبها

''پروردگار عالم فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رضا سے راضی ہوتا ہے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتا ہے'' بھی آپ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے جس کو حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ کیجیے جلد ۳ صفحہ ۱۵۴۔

لہذا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا گھر سے اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ نکلنے پر دلیل خود ان کی عصمت ہے اور جس شخص کا یہ گمان ہے کہ آپ بغیر اجازت کے گئی تھیں اسکو اس بات پر دلیل پیش کرنی چاہیے۔

جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت، الٰہی ارادہ تھا تو آپ بلا فصل خلیفہ کیوں نہیں بنے؟

سوال ۱۱

جب آپ کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے متعلق خداوندی عہد اور نبوی اعلان تھا تو فرمایئے علی علیہ السلام نبی کے بلا فصل خلیفہ کیوں نہیں بن سکے؟ کیا خدا (نعوذ باللہ) اپنے ارادہ میں ناکام رہا؟

سوال ۱۲

جس خلافت پر صدیق اکبر متمکن (غالب) ہوئے فرمایئے وہ خلافت اور حضرت علیؑ کی خلافت جس کے متعلق خداوند عالم نے وعدہ کیا تھا ایک تھی یا وہ دوسری تھی اگر ایک تھی تو خداوندی پیشین گوئی کیوں غلط نکلی اور اگر مختلف تھیں تو صدیق اکبر غاصب اور ظالم کیسے ٹھہرے؟

سوال ۱۳

کیا امامت اور خلافت آپ کے نزدیک منصوص من اللہ ہے؟

سوال ۱۴.

امامت اور خلافت میں جب ائمہ اور خلفاء کے مذہب کا غالب ہونا شرط ہے تو فرمائیے آپ کے بارہ اماموں کو ظاہری طور پر غلبہ کیوں نہ حاصل ہوا؟ کیا وہ خلفا اور آئمہ برحق نہیں تھے؟

جواب ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۴

۱. سوال کرنے والے نے اللہ کے ارادہ تکوینیہ اور ارادہ تشریعیہ کو بیان نہیں کیا، ارادہ تکوینیہ کے بارے میں خداوند عالم سورہ بقرہ آیت ۱۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

بَدِیْعُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَاقَضٰی
اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ

(وہی) آسمان وزمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو اس کی نسبت صرف کہہ دیتا ہے، ہوجا پس وہ (خود بخود) ہوجاتا ہے۔

اگر خداوند عالم کا ارادہ تکوینی ہو تو اس کا نہ ہونا محال ہے لیکن تشریعی ارادہ ہو تو ایسا نہیں ہے جیسے خدا نے ارادہ کیا کہ ابلیس سجدہ کرے، ہر انسان مومن

ہوجائے لیکن اسکے ساتھ ساتھ ان کو قدرت واختیار بھی دیا۔ پس ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور الٰہی ارادہ ان کی نسبت محقق نہ ہوسکا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا (**معاذ اللہ**) اپنے ارادہ کو پورا کرنے سے عاجز ہوگیا تھا اس لئے کہ یہاں یہ تشریعی ارادہ ہے تکوینی ارادہ نہیں ہے۔

انبیاءؑ کے بعد ان کی امتوں کا بھی یہی حال رہا ہے کہ خدا ان کو حکم کرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ وہ لوگ انبیاءؑ کے اوصیاء کی اطاعت کریں لیکن وہ لوگ اللہ کی معصیت کرتے تھے اوصیاء کو ان کے مقام سے معزول کرتے تھے اور دوسروں کو لا کر ان کی جگہ پر بیٹھاتے تھے جس کے نتیجے میں اختلاف اور قتل وغارت ہوتا تھا لیکن یہ خدا کے عاجز ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی کیوں کہ یہ ارادہ تشریعی ہے تکوینی نہیں ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ
مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَاٰتَیْنَا
عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ وَاَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ
شَاءَ اللّٰهُ مَااقْتَتَلَ الَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ
مَاجَاءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ
اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْشَاءَ اللّٰهُ
مَااقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ (۱)

"یہ سب رسول وہ ہیں جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں

---

۱. سورہ بقرہ ۲، آیت ۲۵۳

سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات بلند کئے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی ہوئی نشانیاں دی ہیں اور روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید کی ہے۔ اگر خدا چاہتا تو ان رسولوں کے بعد والے ان واضح معجزات کے آجانے کے بعد آپس میں جھگڑا نہ کرتے لیکن ان لوگوں نے (خدا کے جبر نہ کرنے کی بناپر) اختلاف کیا۔ بعض ایمان لائے اور بعض کافر ہو گئے اور اگر خدا طے کر لیتا تو یہ جھگڑا نہ کر سکتے لیکن خدا جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے" ایسے موقع پر خداوند متعال یہ چاہتا ہے کہ انسان اچھائی اور برائی کو اپنے ارادہ واختیار سے منتخب کرے۔

۲. غلبہ اور حاکمیت کبھی بھی امامت کی شرط نہیں رہی ہیں بہت سے انبیا کے اوصیا نہ یہ کہ غالب نہیں رہے بلکہ ہمیشہ ظالم و جابر طاقتوں کے سامنے مغلوب رہے اور ان کا کشت و کشتار ہوتا رہا جیسا کہ مذکورہ آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

بلکہ نبی اکرم فرما چکے تھے کہ ائمہ کو میرے بعد امت جھٹلائے گی حضرت علی، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو قتل کرے گی اور وہ مغلوب ہو جائیں گے لیکن امت کی یہ تکذیب ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گی۔

معجم الطبرانی الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴ ح ۱۷۹۴ میں جابر بن سمرہ نے نبی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

یکون لهذه الامة اثناعشر قیماً لایضرهم من خذلهم، ثم همس رسول اللهؐ بکلمة لم

اسمعها، فقلت لابی ما الکلمة التی همس بها النبیؐ؟ قال ابی: کلهم من قریش

"اس امت کے بارہ امام اور رہبر ہوں گے کسی کے ان کو رسوا کرنے سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا"

پھر رسول اللہ نے دھیمی آواز میں کوئی کلمہ کہا جو مجھے سنائی نہیں دیا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ نبی نے دھیمی آواز میں کون سا کلمہ کہا تو میرے والد نے کہا: "وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے"

معجم الطبرانی الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ حدیث ۲۰۷۳ پر جابر بن سمرہ سے ہی یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

ان کا کہنا ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر سے یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

اثناعشر قیماً من قریش، لایضرهم عداوة من عاداهم

"بارہ امام قریش سے ہوں گے ان کے دشمنوں کی عداوت انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی"

راوی کہتا ہے کہ جب میں نے اپنی پشت کی طرف نگاہ کی تو یہ دیکھا کہ عمر بن خطاب اور میرے والد نے بھی اس حدیث کو تحریر کیا ہے۔

آپ کی کتابوں میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ائمہ کے آنے کی

پر ظلم وتشدد اور ان کی تکذیب کی بھی خبر دی ہے اور اس چیز سے بھی روشناس کرایا کہ ایسا کرنے سے ان کی امامت اور ہدایت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا یہ صفات ائمہ اور خاندان اہل بیت ؑ سے مخصوص ہیں۔

۳. غلبہ اور حاکمیت کی تو نبوت میں بھی شرط نہیں ہے تو پھر امامت میں کیسے شرط ہوسکتی ہے؟ کیا آپ کونہیں معلوم کہ اکثر انبیاءؑ مغلوب رہے جھٹلائے جاتے رہے اور قتل کردیئے گئے بہت کم ایسے انبیاؑ ہیں جنھوں نے حکومتیں کی ہیں اور وہ غالب رہے ہیں۔تو ہمارے نبی کے اوصیا بھی ظاہری طور پر دوسرے انبیاؑ کے اوصیا کی طرح مغلوب رہے۔

کیا شیعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے؟

سوال ۱۵

بیان کیجئے کہ کیا مذہب تشیع پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں پایا جاتا تھا؟

جواب ۱۵

ہاں کیوں نہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور حیات میں بعض صحابہ حضرت علی علیہ السلام سے بہت محبت کرتے تھے اور پروانے کی طرح ان کا طواف کیا کرتے تھے کہ جن کو "علی علیہ السلام کے شیعوں" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور قرآن کی چند آیتیں بھی ان کی مدح میں نازل ہوئی ہیں اور وہ ذات اقدس جو بغیر وحی الٰہی کے کوئی کلام نہیں کرتی اس نے ان کی مدح سرائی فرمائی ہے۔

سیوطی در منثور (جلد ۶ صفحہ ۳۷۹) میں اس آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ

هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّة(۱)

"اور بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انھوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں" کی تفسیر میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ:

"ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جابر کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ (علیؑ) اور ان کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں اسی وقت یہ آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِکَ
هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّة

نازل ہوئی۔

اس کے بعد جب علیؑ آتے تھے تو اصحاب کہا کرتے تھے کہ "خیر البریہ" آگئے۔

ابن عدی اور ابن عساکر نے ابو سعید سے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؑ "خیر البریة" ہیں۔

ابن عدی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُلٰئِکَ هُمْ

۱۔ سورۂ بینہ، آیت ۷

خَیْرُ الْبَرِیَّة

اس وقت نازل ہوئی جب رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا "خیر البریه" یہ اور اس کے شیعہ ہیں قیامت کے دن خدا اس سے راضی ہوگا اور یہ خدا سے راضی ہوگا۔

ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے:

کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا: "اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا ... خیر البریه"

"یہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں میں اور تم حوض کوثر پر ہوں گے جب تمام امتیں حساب دینے کے لئے آئیں گی اور تم کو "غرّ المحجّلین" کہہ کر پکاریں گی"

ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں۔ مگر ہمیں تعجب تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور آپ کے شیعوں کی شان میں آج تک یہ احادیث موجود ہیں حالانکہ جو بھی ایک لمحہ کیلئے بھی برسراقتدار آیا اس نے اس نور کو مٹانے کی پوری کوششیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ اموی حکومت نے تمام شہروں میں نماز جمعہ کے دوران تقریباً ستر سال تک سب و شتم کو واجب قرار دیا تھا اس کے باوجود اہل سنت کے مصادر میں اس طرح کی عظیم حدیثیں حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی شان میں باقی ہیں! کیا یہ بذات خود کرامت و معجزہ نہیں ہے؟

کیا حضرت علی علیہ السلام نے مذہب اہل سنت کا انکار کیا ہے؟

سوال ۱۶

وہ حدیث پیش کریں جس میں حیدر کرار نے لفظ اہل سنت کی تردید کی ہو؟

جواب ۱۶

حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان کے زمانہ میں ان کی اتباع کرنے والوں کو ''اہل سنت والجماعت'' نہیں کہا جاتا تھا۔ ان کو اہل سنت کیسے کہا جاتا جبکہ انھوں نے سنت کا انکار کیا اور نبی اکرمؐ کے سامنے آپ سے کہا: ''حسبنا کتاب اللہ'' تاکہ ان کے لئے کوئی ایسا رقعہ نہ تحریر کردیں جس کے بعد وہ گمراہ نہ ہوں؟۔

اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ ہجرت کے چالیسویں سال جب خلافت معاویہ کے ہاتھ لگی تو انھوں نے اپنے ماننے والوں کو ''اہل الجماعت'' کا نام

دیا جس میں اہل السنّت نہیں تھا۔

اہل سنت کا نام سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں رائج ہوا اور یہ معتزلہ کے مقابلے میں اہل حدیث کا نام تھا۔

اشعری کا مقالات اسلامیین جلد۲ صفحہ ۲۶۱ میں کہنا ہے: "اہل سنت یعنی اصحاب حدیث نے کہا ہے کہ خدوند عالم دنیا کے آسمان پر نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول خدا کی حدیث میں آیا ہے"

لیکن ابوبکر و عمر و عثمان کی پیروی کرنے والوں نے اپنے کو اہل جماعت کہا تو اس کی صحابہ نے تائید نہیں کی ہے۔

تاریخ دمشق جلد۴۳ صفحہ ۷۹۸ پر ابن مسعود کا کہنا ہے: جماعت وہ ہے جو حق کے موافق ہو بیشک اکثر لوگ جماعت سے دور ہیں اس لئے کہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں کو جماعت کہا جاتا ہے

حضرت علی علیہ السلام سے اہل سنت، بدعت، جماعت اور فرقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ویسی ہی تفسیر فرمائی جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی چنانچہ منتخب کنز العمال کے حاشیہ پر مطبوع مسند احمد جلد۱ صفحہ ۱۰۹ پر عسکری نے سلیم بن قیس عامری سے روایت نقل کی ہے کہ:

ابن الکواء نے حضرت علی علیہ السلام سے سنت، بدعت، جماعت اور فرقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اے ابن الکوا جب تم نے یہ سوال کرلیا ہے تو اس کے جواب پر بھی غور کرو: خدا کی قسم سنت سنتِ محمد ہے اور سنت سے دور رہنا بدعت ہے، جماعت حق کے

ساتھ رہنا ہے اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں اور تفرقہ اہل باطل کا ساتھ دینا ہے اگرچہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔

ابن میثم البحرانی نے شرح نہج البلاغہ (جلد۱ صفحہ ۲۸۹ پر روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنینؑ سے سوال کیا:

اے امیر المومنین علیہ السلام مجھے اہل جماعت، اہل فرقہ، اہل سنت اور اہل بدعت کے بارے میں بتائیے تو آپ نے فرمایا:

جب تو نے مجھ سے سوال کیا ہے تو صحیح طریقہ سے سنو اور کسی سے اس بارے میں سوال نہ کرنا۔

اہل جماعت ہم اور وہ لوگ ہیں جو ہماری اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ کم ہی ہوں اور خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں یہی برحق ہیں۔

اہل فرقہ وہ لوگ ہیں جو ہماری اور ہمارے ماننے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ زیادہ ہی ہوں، اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے ساتھ متمسک ہوں اہل سنت وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنی رائے اور اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں اگرچہ وہ کثیر تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔

مختصر یہ کہ اہل جماعت معاویہ کے زمانے میں سنیوں کا نام پڑا، اور اس میں سنت کا تذکرہ نہیں تھا، پھر محدثین نے دوسری صدی ہجری میں سنت کو بھی نام کے طور پر جماعت کے ساتھ شامل کرلیا۔

لیکن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اہل سنت کی تفسیر اپنے اور اپنے

شیعوں کے ذریعہ کی ہے ان لوگوں کے مقابلہ میں جنھوں نے سنت کو ترک کر دیا اور نبی سے کہا ہمیں آپ کی سنت اور آپ کے نامہ کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

کیا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت علی علیہ السلام سے عقد کرنے پر اعتراض کیا تھا؟

سوال ۱۷

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ان کا حضرت علی علیہ السلام کا عقد کرنے کے متعلق سوال کیا تو کیا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت علی علیہ السلام کی شکل و صورت پر اعتراضات کیے تھے؟

سوال ۱۸

اگر فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اعتراضات کیے تو انکی عفت و عصمت کہاں گئی؟ اور اگر اعتراضات نہیں کیے تو کیوں؟ آپ کی ایک کتاب (مقبول احمد از علمائے ہندوستان کی کتاب ضمیمہ ترجمہ قرآن صفحہ ۵۲۹) میں تحریر ہے کہ جب

آنحضرتؐ نے فاطمہؑ کو بطور راز اپنے ارادہ سے اطلاع دی تو معصومہ نے گردن جھکا دی اور پیغمبرؐ سے عرض کیا بابا آپ کی رائے مقدم ہے آپ کو اختیار ہے مگر میں نے زنان قریش کی زبانی سنا ہے کہ علیؑ کا پیٹ بڑا ہے ان کے ہاتھ لمبے ہیں، پنڈلیاں موٹی ہیں، سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں ہیں کشادہ پیشانی ہے، آنکھیں بڑی بڑی ہیں اور کندھا اتنا سخت ہے جیسا اونٹ کا کندھا۔

جواب ۱۷، ۱۸

اس طرح کی روایات کو حضرت علیؑ اور جناب کی طرف منسوب کرنا ان پر تہمت اور افتراء باندھنا ہے علیؑ تمام لوگوں میں سب سے خوبصورت شخص تھے سرخ ہونٹ، خوبصورت اور نورانی چہرہ اور بڑی آنکھوں والے تھے اور موثق مورخین نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ تمام بنی ہاشم روشن چہرے والے تھے جو خود بخود قریش کے قبیلوں سے الگ پہچانے جاتے تھے اور پھر یہ کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی زندگی دنیا میں ایک مثالی زندگی ہے

لیکن بنی امیہ کے راویوں نے اس طرح کی روایات کو باقاعدہ جعل کیا ہے جیسا کہ انھوں نے علیؑ پر یہ جھوٹ باندھا ہے کہ آپ نے فاطمہؑ کو ابوجہل کی بیٹی کہہ کر آواز دی تھی یہ سب باتیں اہلبیت سے کوسوں دور ہیں۔

اس مطلب کے غلط ہونے کے لئے تو اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے والوں نے کوئی سند نہیں پیش کی جبکہ عبقات الانوار اور الغدیر جیسی کتابوں میں اس بات کی بڑے محکم دلائل کے ذریعہ تردید کی گئی ہے۔

کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں؟

سوال ۱۹

کیا آپ کے نزدیک حضرت علیؑ کا مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاؑ سے افضل ہے؟

جواب ۱۹

جی ہاں امیر المومنین علیؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں وہ آپ کے وزیر، وصی اور دنیا و آخرت میں آپ کے بھائی ہیں ہماری اور آپ کی کتابوں میں متعدد احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ علیؑ اور دیگر ائمہ اطہارؑ آپ کے ہم درجہ ہوں گے اور چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ

تمام انبیاءؑ سے افضل ہے لہٰذا ان کے اہل بیتؑ بھی ان کے ساتھ اسی رتبہ میں رہیں گے۔ جنت الفردوس کا سب سے اعلیٰ درجہ حضرات محمد و آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے اس کے بعد جناب ابراہیم اور آل ابراہیم کا درجہ ہے اور پھر تمام انبیاءؑ کا مرتبہ ہے اس سلسلہ میں بھی آپ ہی کی کتابوں میں روایات موجود ہیں۔

بلکہ آپ کی احادیث کی کتابوں میں ہے کہ اہل بیت اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنیوالے ان کے درجہ میں ہوں گے تو پھر اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رتبہ کیوں نہیں ہو سکتے؟

چنانچہ ترمذی نے اپنی سنن جلد ۴ صفحہ ۳۳۱ پر یہ روایت کی ہے کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ میرے ساتھ روز قیامت میرے درجہ میں داخل ہوگا یہ حدیث حسن علیہ السلام ہے'' آپ ہی کی کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ سب سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور لواء الحمد میدان محشر کے پرچم کا نام ہے اور حضرت علی علیہ السلام ہی حوض کوثر کے ساقی اور منافقین کو وہاں سے دور کرنے والے ہیں الخ۔۔۔

اسی سلسلہ میں امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مناقب صحابہ صفحہ ۶۶۱ پر ابوسعید خدری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ: ''علی علیہ السلام کو پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں:

۱۔ علی علیہ السلام قیامت کے دن لوگوں کا حساب و کتاب تمام ہونے تک میرا مددگار ہے۔

۲۔ قیامت کے دن لواء حمد اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور آدمؑ اور ان کی اولاد اسی کے نیچے ہوگی۔

۳۔ وہ حوض کوثر پر کھڑا ہوگا اور جو میری امت میں سے ہوگا اسکو سیراب کرے گا۔

۴۔ وہ میری تجہیز و تکفین کرے گا۔

۵۔ اس کا ایمان اس مرتبہ پر ہوگا کہ نہ وہ کفر کا دم بھر سکتا ہے اور نہ ہی غیر مناسب کام انجام دے سکتا ہے(۱)

جب حضرت علی علیہ السلام جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حسنین علیہما السلام کے تمام دوستوں کا یہ مرتبہ ہے کہ روز قیامت پیغمبر کے ہم رتبہ ہوں گے تو پھر حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کیوں نہیں ہوں گے؟

۱۔ اس روایت کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء، جلد ۱۰، صفحہ ۲۱۱ پر، محب طبری نے ریاض النضرہ، جلد ۲، صفحہ ۲۰۳ پر، اور ملا علی ہندی نے کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۴۰۳ پر نقل کیا ہے۔

کیا حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معراج میں موجود تھے؟

سوال ۲۰

حضرت علی علیہ السلام کے متعلق سنا ہے کہ شیعہ قائل ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معراج پر گئے تھے؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور اس کا ثبوت قرآن کی کس آیت میں ہے؟

جواب ۲۰

شیعوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معراج پر گئے تھے البتہ حدیث شریف میں اتنا وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کو اپنی سب سے پسندیدہ آواز میں خطاب کیا تھا اور وہ حضرت علی علیہ السلام کی آواز تھی۔

جناب جعفر مرتضیٰ عاملی نے اپنی کتاب ''الصحیح من السیرہ جلد۳ صفحہ۱۴'' پر تحریر فرمایا ہے کہ:

یہ بات طے ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج بعثت کے تیسرے سال ہوئی تھی یعنی اس وقت معراج ہوئی جب چالیس آدمی بھی اسلام نہیں لائے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج حضرت ابوبکر کے اسلام لانے سے بہت پہلے ہوئی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ابوبکر پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے

کیونکہ انھوں نے ۵ھ بعثت میں اسلام قبول کیا تھا بلکہ بعثت کے ساتویں سال اس وقت اسلام قبول کیا جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان ٹکراؤ ہوا تھا یا مسلمانوں کے حبشہ کی طرف ہجرت کے بعد اور اس ٹکراؤ یا ہجرت کے بعد بظاہر سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

جب معراج ان کی ہجرت سے بہت سال پہلے واقع ہوئی ہے تو پھر بعض لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ابوبکر کو صدیق اس لئے کہا گیا ہے کہ جب رسول خدا نے واقعۂ معراج بیان کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کی تصدیق کی تھی!

اسی طرح یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ ملک (فرشتہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج میں ابوبکر کی آواز میں گفتگو کی تھی۔

تمام اہل حدیث اور حفاظ نے اس قسم کی روایات کی صاف طور پر تکذیب کی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس فرشتہ نے حضرت علی علیہ السلام کی آواز میں گفتگو کی

تھی (۱)

ابوفتح کراجکی کی کتاب کنز الفوائد صفحہ ۲۵۹ پر یوں بیان کرتے ہیں کہ: ''حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ جب معراج پر گئے تو آپ نے امیر المومنینؑ کی صورت میں ایک ملک کو دیکھا'' اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''تمام محدثین اس روایت کے صحیح ہونے پر متفق ہیں'' اس کے بعد حدیث کی سند کو تفصیلی طور پر بیان کرتے ہوئے (۲)

ابن عباس سے یوں نقل کرتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے

---

۱. رجوع فرمائیں المواہب اللدنیہ، جلد۲، صفحہ۲۹۔۳۰، در منثور، جلد۴، صفحہ۱۵۴۔۱۵۵، الغدیر، جلد۵، صفحہ۳۰۲، ۳۲۴اور۳۲۵۔ صاحب غدیر نے ان تمام روایات کو وہاں نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی تکذیب کو بھی میزان الاعتدال، جلد۱، صفحہ۳۰۷ اور لسان المیزان، جلد۵، صفحہ۲۳۵ اور تہذیب التہذیب، جلد۵، صفحہ۱۳۸ اور سیوطی کی موضوعات اور ابن حبان اور ابن عدی سے نقل کیا ہے اور مناقب خوارزمی، صفحہ۳۷؛ اور ینابیع المودۃ، صفحہ۸۳ سے نقل کیا ہے۔

۲. حدیث کا سلسلۂ سند کچھ یوں ہے: ابوالفتح کا کہنا ہے کہ: مجھ سے اہل سنت کے عالم دین شیخ فقیہ ابوالحسن محمد بن احمد بن الحسن بن شاذان قمی نے بیان کیا اور میں نے اس کو ان کی معروف کتاب ایضاح دقائق النواصب سے نقل کیا ہے اور اس کی مکہ میں مسجد الحرام کے اندر ۴۱۲ھ میں قرائت کی تو انھوں نے اس حدیث کا سلسلۂ سند اس طرح بیان کیا کہ ہم سے ابوالقاسم جعفر بن مسرور لجام نے بیان کیا انھوں نے حسین بن محمد سے انھوں نے احمد بن علویہ معروف بہ ابن اسود کاتب اصفہانی سے انھوں نے ابراہیم بن محمد سے انھوں نے عبد اللہ بن صالح سے انھوں نے جریر بن عبد الحمید سے انھوں نے مجاہد سے انھوں نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے۔

سنا ہے کہ: جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو میں جب بھی ملائکہ کے کسی گروہ کے پاس سے گذرا تو انھوں نے مجھ سے علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ علیؑ کا نام شاید آسمان پر میرے نام سے زیادہ مشہور ہے اور جب میں فلک چہارم پر پہنچا اور میری نظر ملک الموت پر پڑی تو انھوں نے کہا اے محمد خداوند عالم نے ایسی کوئی مخلوق خلق نہیں کی ہے جس کی میں روح قبض نہ کروں مگر آپ اور علیؑ کے علاوہ کیونکہ خداوند جل جلال خود اپنی قدرت سے آپ دونوں کی روح قبض کرے گا جب میں عرش کے نیچے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میں اور علیؑ عرش الٰہی کے نیچے ایک ساتھ کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے کہا اے علیؑ تم مجھ سے پہلے پہنچ گئے تو مجھ سے جبرئیل نے کہا:

اے محمد ﷺ یہ آپ سے کون گفتگو کر رہا ہے تو میں نے کہا یہ میرا بھائی علی بن ابی طالبؑ ہے تو انھوں نے کہا اے محمد یہ علیؑ نہیں ہیں بلکہ یہ رحمان کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کو خداوند عالم نے علیؑ کی صورت میں خلق کیا ہے ہم مقرب بارگاہ فرشتے جب کبھی بھی علی بن ابی طالبؑ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو اس فرشتے کی زیارت کرتے ہیں کیونکہ علیؑ کا مرتبہ پروردگار کے نزدیک بہت ہی اعلیٰ ہے"

حضرت علیؑ غاصبین خلافت سے خلافت کیوں نہ لے سکے؟

سوال ۲۱

آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ مشکل کشا ہیں تو پھر فرمایئے وہ اپنی مشکل کشائی کیوں نہ کر سکے جبکہ ان سے خلافت و مصلیٰ چھین لیا گیا؟

اس سوال کی وضاحت یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ امام برحق ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے وصی ہیں تو پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ ابوبکر اور عمر آپ پر غلبہ حاصل کر کے آپ کی خلافت غصب کر لیتے اور آپ کو حکومت سے معزول کر دیتے، یعنی آپ اس شخص کو حلال مشکلات کیسے کہتے ہیں جو خود اپنی مشکل کو حل نہ کر سکتا ہو؟

جواب ۲۱

سوال کرنے والے کو یہ خیال نہیں رہا کہ پروردگار عالم نے لوگوں کو با اختیار پیدا کیا ہے اور انھیں ایمان پر مجبور نہیں کیا ہے اور اپنے انبیا اور ان کے اوصیا کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عام فطری اسباب کے مطابق عمل کریں لہٰذا کبھی وہ غالب ہو جاتے تھے اور کبھی مغلوب جبکہ پروردگار عالم کے پاس اتنی قدرت تھی کہ وہ معجزے کے ذریعہ اپنے رسولوں کی مدد اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کردے اللہ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے: ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ (سورۂ غاشیہ آیت: ۲۲) یعنی آپ ان کے اوپر داروغہ نہیں ہیں۔

یا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (۱)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم یا ہمارے بزرگ اسکے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے اور نہ اسکے حکم کے بغیر کسی شے کو حرام قرار دیتے۔

---

۱. سورۂ نحل، آیت ۳۵

اسی طرح ان کے پہلے والوں نے بھی کیا تھا تو کیا رسولوں کی ذمہ داری واضح اعلان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔

لہٰذا یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ یہ اعتراض تمام ان انبیاؑ اور اوصیا کے بارے میں بھی ہوگا جن پر کفار اور منافقین نے غلبہ حاصل کرلیا تھا اور ان کو پروردگار نے معجزے کے ذریعہ اپنی مشکل حل کرنے کی اجازت نہیں دی تھی کتنے انبیاؑ کو بنی اسرائل نے قتل کیا کتنے اوصیا پر ظلم کیا انھیں میں سے جناب موسیٰؑ اور سلیمانؑ کے وصی بھی ہیں، جبکہ جناب سلیمانؑ کے وصی آصف بن برخیا کے پاس تو اسم اعظم تھا اور ان کے پاس تو کتاب کا بھی کچھ علم تھا اور اس کو قرآن نے بیان بھی کیا ہے اور وہ تخت بلقیس کو چشم زدن میں یمن سے لے آئے تھے لیکن اس کے باوجود بھی ان سے جناب سلیمان کی خلافت کو غصب کرلیا گیا اور انھوں نے غاصبین کے خلاف اپنے معجزے کا استعمال نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام جن کے پاس اسم اعظم اور علم کتاب تھا وہ شیروں کے شیر تھے اور اگر ان کیلئے بد دعا کرتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے اور جب لوگوں نے ان کے گھر پر حملہ کیا تھا اگر آپ اپنی تلوار نیام سے نکال لیتے تو زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کردیتے لیکن آپ کو صبر کرنے اور عام فطری اسباب کے مطابق چلنے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ انبیائے ماسبق اور ان کے اوصیا کو حکم دیا گیا تھا۔

لیکن ہم نبی اکرمؐ اور آپ کی عترت طاہرینؑ یعنی حضرت علی علیہ السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی نسل سے نو معصومین

سے کیوں توسل کرتے ہیں؟ اور یہ عقیدہ کیوں رکھتے ہیں کہ ان کے توسل سے پروردگار عالم ہماری مشکلات حل کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ہم کو ان سے توسل کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِينَ آمَنُوا وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۱)

"ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو کہ شاید اس طرح کامیاب ہو جاؤ"

جب ہم نے خداوند عالم کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کیا تو ہم کو ان سے بہتر کوئی اور وسیلہ نہیں ملا۔ جیسا کہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ جلد۲ صفحہ/۶۱۷) پر یہ دعا نقل کی ہے:

اللّهُمَّ اِنِّی لَوْ وَجَدْتُ شفعاء اقرب الیک من محمد واهل بیته الاخیار الائمة الابرار علیهم السلام لجعلتهم شفعائی، فبحقهم الذی اوجبت لهم علیک اسئلک ان تدخلنی فی جملة العارفین بهم وبحقهم، وفی زمرة المرحومین بشفاعتهم، انک ارحم

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۵

الراحمین

"پروردگارا اگر مجھے تیری بارگاہ میں محمد و آل محمد اور ان کے ائمہ ابرار سے بہتر اور کوئی وسیلہ مل جاتا تو میں انھیں کو اپنا شفیع قرار دیتا لہٰذا اب ان کے اس حق کے واسطے جس کو تو نے اپنے اوپر لازم کیا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان کے اور ان کے حق کے ذریعہ اپنے مرحوم بندوں کے زمرہ میں شامل فرما بیشک تو ارحم الراحمین ہے"

کیا امام حسین علیہ السلام کے قاتل شیعہ تھے؟

سوال ۲۲

جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہزاروں خطوط روانہ کیے تھے اور ان کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی انھوں نے آپ سے یہی کہا تھا کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں جیسا کہ جلاء العیون میں وارد ہوا ہے لہذا انھیں لوگوں نے آپ کو قتل کیا ہے نہ کہ بنی امیہ کے شیعوں نے جیسا کہ آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں؟

جواب ۲۲

جی ہاں! اکثر زعمائے کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کے پاس خطوط لکھے تھے اور ان کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور یہ گمان کیا تھا کہ خط لکھنے والے سب کے سب آپ کے شیعہ ہیں چنانچہ اس کو انھوں نے ثابت کر کے دکھایا اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی اور بہت سے لوگوں نے جب آپ تک پہنچنے کی

کوشش کی تو ان کو ابن زیاد نے قید کر دیا یہاں تک کہ اس کے تمام قید خانے قیدیوں سے پُر ہو گئے، ان میں سے بہت سے لوگوں نے خیانت کی اور آپ سے غداری کر کے یزید و ابن زیاد کے ساتھ مل کر آپ سے جنگ کی اس بات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ آپ کے شیعہ ہیں یقیناً ان میں سے بعض لوگ سچے تھے اور اکثر جھوٹے تھے اور یہی لوگ بنی امیہ کے پیروکار تھے اور انھوں نے آپ کو حکومت کی شہ پر خطوط لکھے تھے تاکہ آپ کو کوفہ بلا کر قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ حکومت کو آپ کی مکہ میں موجودگی سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

کتاب ''امام حسین علیہ السلام کے کلمات'' صفحہ ۳۱۰ پر ہے: جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو اہل عراق نے یزید کو بھڑکایا اور یہ کہا کہ حسین اور ابن زبیر نے بیعت سے انکار کیا ہے اور دونوں مکہ پہنچ گئے ہیں۔

محمد بن بشر ہمدانی کا بیان ہے کہ ہم سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے اور میں نے خطبہ دیا اور کہا کہ معاویہ ہلاک ہو چکا ہے اور امام حسین مکہ روانہ ہو گئے ہیں اور آپ لوگ ان کے اور ان کے والد کے شیعہ ہیں تو اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ ان کے ناصر اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہیں تو پھر سب مل کر ان کی خدمت میں خط لکھئے اور اگر آپ لوگوں کو شکست کا خوف ہے تو ان کو دھوکہ میں نہ رکھئے ان سب نے جواب دیا نہیں ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور اپنی جانوں کو ان کے سامنے قربان کر دیں گے تو سلیمان نے کہا پھر ان کی خدمت میں یوں خط لکھئے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

للحسین بن علی من سلیمان بن صرد، والمسیب بن نجبه ورفاعة بن شداد، وحبیب بن مظاهر وشیعته من المومنین والمسلمین من اهل الکوفة، سلام علیک فانا نحمد الیک الله الذی لا اله الا هو، اما بعد: فالحمدلله الذی قصم عدوک الجبار العنید، الذی انتزی علی هذه الامة فابتزها وغصبها فیئها، وتامر علیها بغیر رضا منها، ثم قتل خیارها واستبقی شرارها، وجعل مال الله دولة بین جبابرتها واغنیائها، فبعدا له کما بعدت ثمود انه لیس علینا امام فاقبل لعل الله ان یجمعنا بک علی الحق، والنعمان بن بشیر فی قصر الامارة لسنا نجتمع معه فی جمع. ولا نخرج معه الیٰ عید، ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا اخرجناه حتیٰ نلحقه بالشام ان شاء الله، والسلام علیک ورحمة الله

ترجمہ: امام حسین بن علی کی خدمت میں سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ میں آپ کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی

طرف سے:

السلام علیکم ہم اس خدا کی حمد کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی خدا اور معبود نہیں ہے۔

اس خدا کی حمد جس نے آپ کے اس دشمن کی کمر کو توڑ دیا جو اس امت کے سر پر مسلط ہو گیا اور اس کے حصہ کو غصب کر لیا اور اس کی مرضی کے بغیر اس پر حکومت کرنے لگا اس نے اس امت کے نیک افراد کو قتل کر دیا، بروں کو آزاد چھوڑ دیا اور مال خدا کو ظالمین اور جابرین و اغنیا کے درمیان تقسیم کر دیا وہ خدا کی رحمت سے اسی طرح دور ہوا جس طرح قوم ثمود خدا کی رحمت سے دور ہوئی تھی۔ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیں شاید پروردگار ہم کو آپ کے ذریعہ حق پر جمع کر دے اور نعمان بن بشیر دار الامارہ میں موجود ہے نہ ہم جمعہ کے دن اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی عید کے دن اس کے ساتھ جاتے ہیں اور اگر ہم کو یہ اطلاع مل گئی کہ آپ یہاں تشریف لا رہے ہیں تو ہم اس کو یہاں سے نکال باہر کریں گے اور اس کو شام پہنچا دیں گے۔

انشاء اللہ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے وہ خط عبداللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وال تمیمی کے ذریعہ روانہ کیا وہ دونوں بہت تیزی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ دس رمضان المبارک کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ پہنچ گئے ہم نے دو دن انتظار کیا اور اس کے بعد پھر آپ کی خدمت میں قیس بن مسہر صیداوی اور عبد الرحمٰن بن عبداللہ بن الکدن ارحبی اور عمارہ بن عبید سلولی کو بھیجا جن کے ساتھ

تقریباً ۱۵۰ صحیفے تھے۔

دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو ایلچی بنا کر بھیجا اور ان کے ذریعہ جو خط بھیجا گیا اس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین بن علی کی خدمت میں ان کے چاہنے والے مومنین اور مسلمان شیعوں کی طرف سے:

آپ جلد تشریف لائیں لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں ان کی کوئی رائے نہیں ہے لہذا جلدی آیئے جلدی آیئے **والسلام علیک۔**

اور شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن یزید بن رویم، عزرہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی نے آپ کی خدمت میں تحریر کیا:

اما بعد: باغ اور بستان سب ہرے بھرے ہو چکے ہیں پھل تیار ہیں خوشے آمادہ ہیں جب آپ چاہیں تشریف لائیں اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے لشکر تیار کیا جائے والسلام علیک۔

جب ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ امامؑ کی خدمت میں پہنچے اور اہل کوفہ کا خط آپ کی خدمت میں پڑھا تو آپ نے ان سے پوچھا مجھے بتاؤ کہ یہ خط کس کس نے لکھا ہے انھوں نے کہا کہ شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن الحجاج اور محمد بن عمیر بن

عطارد نے مل کر یہ خط تحریر کیا ہے۔

اہل کوفہ کے نام امامؑ کا خط

آپ نے ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ذریعہ جو آپ کے آخری ایلچی تھے اس مضمون کا خط تحریر کر کے بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین بن علی علیہ السلام کی طرف سے بزرگان مومنین اور مسلمین کی خدمت میں

امابعد: ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر میرے پاس آئے اور یہ تم لوگوں کے سب کے آخری ایلچی ہیں جو میرے پاس پہنچے ہیں اور جو کچھ تم نے ذکر کیا ہے میں اس کو سمجھ گیا ہوں اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہٰذا آپ تشریف لائیں تا کہ پروردگار آپ کے ذریعہ ہم کو حق وہدایت پر جمع کر دے۔ لہٰذا میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل علیہ السلام کو جو میرے خاندان میں قابل وثوق ہیں کو روانہ کیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ مجھے تمہارے حال واحوال اور تمہاری رائے سے مطلع کریں پس اگر انھوں نے میرے پاس یہ تحریر کیا کہ تمہاری قوم وقبیلہ نیز زعماء اور سرداروں کی رائے ہے تم لوگوں کے خطوط جیسی ہے تو میں عنقریب انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچوں گا میری جان کی قسم امام صرف اور صرف وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے عدل کے دامن کو تھامے رہے حق کے راستے پر چلتا رہے اور اپنے نفس کو ذات خدا تک محدود رکھے۔ والسلام۔

جیسا کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنا خط بزرگان مومنین

اور مسلمین کے نام تحریر فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان میں سے اکثر آپ کے شیعہ نہیں ہیں۔

جب آپ نے اپنے ابن عم جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کو کوفہ روانہ کیا تو کوفہ میں موجود یزید کے چاہنے والوں نے یزید کو جناب مسلم کے بارے میں اطلاع دی تو یزید نے بصرہ میں موجود اپنے گورنر ابن زیاد کو خط لکھا اس کو فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب (روضۃ الواعظین کے صفحہ ۱۷۴) پر اس طرح نقل کیا ہے اما بعد کوفہ میں موجود میرے بعض شیعوں نے مجھے خبر دی ہے کہ ابن عقیل نے کوفہ میں ایک جماعت تیار کی ہے تا کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے اثر کو توڑ دے تو جیسے ہی میرا یہ خط پڑھے فوراً کوفہ پہنچ کر ابن عقیل کو ذلت وخواری کے ساتھ طلب کرنا، ان کو اپنے قبضہ میں رکھنا اور آخر کار ان کو قید خانہ میں ڈال دینا یا قتل کر دینا یا شہر بدر کر دینا۔ والسلام"

یزید نے اس خط کے ساتھ ہی کوفہ کا گورنر بھی ابن زیاد ہی کو بنا دیا تھا۔

اس خط سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کوفہ میں بنی امیہ کے شیعہ بھی تھے اور اہل بیتؑ کے شیعہ بھی اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی تھی وہ ابوسفیان کے شیعہ تھے امام حسین کے شیعہ نہیں تھے بلکہ وہ لوگ جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کے پاس خطوط لکھے تھے ان میں سے بھی بہت سے لوگ باطن میں بنی امیہ کے شیعہ تھے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ آجائیں تا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

امام حسین علیہ السلام ان کی نیتوں اور ان کے مقاصد کو بخوبی جانتے تھے لیکن

انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق عمل کیا اور خود ان لوگوں کے بارے میں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ آل ابوسفیان کے ماننے والے ہیں جیسا کہ سید امین کی کتاب لواعج الاشجان کے صفحہ ۱۸۵ پر ہے:

فصاح الحسين :ويلكم ياشيعه آل ابی سفيان ان لم يكن لكم دينكم وكنتم لاتخافون يوم المعادفكونوا احرارافی دنياكم هذه،وارجعواالیٰ احسابكم ان كنتم عرباً كماتزعمون فنادیٰ شمر :ماتقول يابن فاطمة؟فقال:اقول انی اقاتلكم وتقاتلوننی والنساء ليس عليهن جناح، فامنعوا عتاتكم وجهالكم وطغاتكم من التعرض لحرمی مادمت حياً

امام حسین علیہ السلام نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا وائے ہو تم پر اے ابوسفیان کی آل کے چاہنے اور ماننے والو اگر تمہارا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور تمہارے دلوں میں قیامت کا ذرہ برابر خوف بھی نہیں ہے تو کم سے کم اس دنیا میں تو آزاد مردوں کی طرح رہو اور اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ تم عرب ہو تو اپنی غیرت کا خیال رکھو۔

شمر نے پکار کر کہا: اے ابن فاطمہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

حضرت نے فرمایا میں کہہ رہا ہوں کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو لیکن میرے اہل حرم کا تو کوئی گناہ نہیں ہے لہٰذا جب تک

میں زندہ ہوں تم اپنے طاغی اور جاہل سپاہیوں کو میرے اہل حرم کی ہتک حرمت کرنے سے روکنا۔

شمر نے کہا: اے فرزند فاطمہ آپ کی یہ بات قبول ہے اور پھر اس نے لشکر کی طرف چیخ کر کہا کہ ان کے اہل حرم سے دور ہو جاؤ انھیں سے مقابلہ کرو میری جان کی قسم یہ ہمارے لئے بے مثال کریم ہیں پھر ابن زیاد نے آپ سے جنگ شروع کر دی اور شمر انھیں آپ کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکاتا رہا

اس کے بعد وہ لوگ امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئے تو امام حسین علیہ السلام نے بھی ان پر حملے شروع کر دئے اور میدان صاف ہو گیا آپ نے ایک گھونٹ پانی طلب کیا مگر آپ کو پانی نہ مل سکا اور جب بھی آپ نے اپنے گھوڑے کو فرات کی طرف بھیجا انھوں نے مل کر اس پر حملہ کیا اور اس کو فرات کے قریب نہ جانے دیا لہٰذا جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے والے خود آپ کے شیعہ تھے بالکل غلط بات ہے اس کا حقیقت سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے امام حسین کو قتل کیا تھا وہ بنی امیہ کے چاہنے والے تھے امام حسین علیہ السلام کے شیعہ جیل اور زندانوں کے اندر قید تھے اور ان میں سے کچھ لوگ کوفہ کا شدید حصار اور پہرا توڑ کر آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ صفار نے امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد بصائر الدرجات صفحہ ۱۹۳ پر یوں نقل کیا ہے:

ان شيعتنا مكتوبون باسمائهم واسماء

آبائهم، اخذ الله علينا وعليهم الميثاق، يردون موردنا ويدخلون مدخلنا

''ہمارے شیعوں اور ان کے آباء واجداد کے نام با قاعدہ مکتوب ہیں اور خدا نے ہم اور ان لوگوں سے با قاعدہ عہد و میثاق لیا ہے اور جہاں ہم پہنچتے ہیں وہاں وہ بھی آتے ہیں اور جہاں ہم داخل ہوتے ہیں وہاں وہ لوگ بھی پہنچتے ہیں''

حمیری قرب الاسناد میں صفحہ ۳۵۰ پر روایت نقل کرتے ہیں:

وقال ابو جعفرؑ: انما شيعتنا من تابعنا ولم يخالفنا، ومن اذا خفنا خاف، واذا امنا أمن، فأولئك شيعتنا

''امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری پیروی کرے اور ہماری مخالفت نہ کرے اور جس سے ہمیں خوف ہو اس سے اسے بھی خوف ہو اور جس سے ہم امن وامان میں ہوں اس سے اسے بھی امان محسوس ہو یہی لوگ ہمارے شیعہ ہیں۔

انسان اسی جگہ دفن ہوتا ہے جس مٹی سے اسے خلق کیا گیا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال ۲۳

ہندوستان کے ایک عالم دین مولانا مقبول احمد صاحب کے ترجمۂ قرآن کے حاشیہ میں صفحہ ۶۲ پر اصول کافی سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ''ہر انسان اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے اسے خلق کیا گیا ہے'' اور ابوبکر صدیق اور فاروق یہ دونوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن ہیں اور پیغمبر نے اپنے اس روضہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے تو آپ کے قول کے مطابق یہ دونوں اسی تربت طاہرہ سے خلق ہوئے ہیں جہاں انھیں دفن کیا گیا ہے؟

جواب ۲۳

اولاً یہ کہ سوال کرنے والے نے ہمارے اوپر جس حدیث کے ذریعہ احتجاج کیا ہے اس کو خود ان کے علماء نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۲ پر ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے (باب یدفن فی التربة التی منها خلق) یہ باب اس بارے میں ہے کہ انسان جس مٹی سے خلق کیا جاتا ہے اسی مٹی میں دفن کیا جاتا ہے'' اس سے متعلق تین حدیثیں بیان کرنے کے بعد ان کو انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے!

پہلی حدیث: ابوسعید سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ مدینہ سے گزرے تو آپ نے کچھ لوگوں کو قبر کھودتے دیکھا آپ نے ان سے اس قبر کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ایک حبشی کا انتقال ہوگیا ہے تو نبی کریم نے فرمایا: ''لا الہ الا اللہ اپنی سرزمین سے اسی مٹی کی طرف لایا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا تھا''

اسی روایت کو بزار نے نقل کیا ہے لیکن اس کے راویوں میں علی بن مدینی کے والد ہیں جو ضعیف ہیں۔

دوسری حدیث: ابودرداء سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اکرمؐ ہمارے پاس سے گزرے اس وقت ہم ایک قبر کھودنے میں مشغول تھے آنحضرت نے

فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: اس غلام کے لئے قبر کھود رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: اس کو موت اسی مٹی میں لے آئی جس سے وہ خلق کیا گیا تھا

ابو اسامہ نے کہا ہے کہ اے اہل کوفہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارے سامنے یہ حدیث کیوں بیان کی ہے کیونکہ ابوبکر اور عمر تربت رسول اکرمؐ سے خلق کئے گئے ہیں۔

اسی روایت کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے جس میں عجلی نے احوص بن حکیم کو ثقہ کہا ہے جبکہ مستند محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن عمر سے مروی ہے: ایک حبشی مدینہ میں دفن کیا گیا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ اسی مٹی میں دفن کیا گیا ہے جس سے اس کو خلق کیا گیا تھا اسی روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور اس میں عبداللہ بن عیسیٰ خزاز ہے جو ضعیف ہے رجوع فرمائیں کتاب المصنف مولف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۱۵۔

ابن حزم کتاب المحلی جلد ۷ صفحہ ۲۸۵ پر رقمطراز ہیں: بعض لوگ گڑھی ہوئی روایات سے احتجاج کرتے ہیں اس پر ان کو متنبہ کرنا واجب ہے، ان ہی میں سے ہم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک میت کو دیکھ کر فرمایا:

''یہ اسی خاک میں دفن کیا گیا ہے جس خاک سے اسے پیدا کیا گیا تھا'' اس سے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: ''پیغمبر اکرم ﷺ مدینہ میں دفن کئے گئے لہٰذا اسی مٹی سے آپ خلق کئے گئے تھے اور چونکہ پیغمبر اکرم دنیا کی ہر مخلوق سے افضل تھے لہٰذا زمین کا وہ حصہ دنیا کا سب سے افضل حصہ ہے''

یہ روایت گڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس کی ایک سند میں محمد بن حسن بن زبالہ

ہے جو بالکل نا قابل اعتبار ہے اس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور علماء اس کے متروک ہونے پر متفق ہیں ۔ پھر اسی روایت کو انیس بن یحییٰ نے مرسل طریقہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم کو نہیں معلوم یہ انیس بن یحییٰ کون ہے۔

دوسری روایت کو ابو خالد نے بھی نقل کیا ہے لیکن وہ خود مجہول الحال ہے اس لئے کہ اس نے یحییٰ بکاء سے نقل کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

بالفرض اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیں تو یہ فضیلت صرف پیغمبر ﷺ کی قبر مبارک کو ہی حاصل ہوگی ورنہ اس سرزمین کے آس پاس تو اور دوسرے منافقین بھی دفن کئے گئے ہیں اسی طرح شام میں جناب ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، سلیمان اور داؤدؑ وغیرہ دفن ہیں لیکن کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ شام مکہ سے زیادہ **افضل** ہے۔

شوکانی نے نیل الاوطار جلد ۵ صفحہ ۹۹ پر تحریر کیا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی قبر مبارک زمین کی سب سے **افضل** جگہ ہے اور مکہ اور مدینہ زمین کے سب سے **افضل** حصے ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے کہ قبر پیغمبر ﷺ کے علاوہ ان دونوں شہروں میں کون **افضل** ہے چنانچہ اہل مکہ، اہل کوفہ، شافعی، ابن وہب مالکی اور ابن حبیب مالکی نے کہا ہے کہ مکہ **افضل** ہے اور اسی طرف جمہور کا بھی میلان ہے اور عمر، بعض صحابہ، مالک اور اکثر اہل مدینہ نے کہا ہے کہ مدینہ **افضل** ہے۔

پہلے نظریہ کے طرفداروں نے عبد اللہ بن عدی کی مذکورہ حدیث سے

استدلال کیا ہے جس کو ابن خزیمہ نے اور ابن حبان وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس اختلافی مسئلہ میں یہ روایت ہمارے مدعا کی واضح دلیل ہے لہٰذا اس سے عدول کرنا صحیح نہیں ہے لیکن اس کے مقابل قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جس سرزمین پر پیغمبر اکرمؐ دفن کئے گئے ہیں وہ زمین کا سب سے **افضل** حصہ ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ انسان اسی مٹی میں دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کی خلقت کے وقت مٹی لی گئی تھی ۔ اس روایت کو ابن عبد البر نے اپنی تمہید میں عطا خراسانی کی موقوف سند سے نقل کیا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے: جس مٹی سے آنحضرت ﷺ کی تخلیق ہوئی تھی اس کی افضلیت کا اثبات استنباط کے ذریعہ کیا گیا ہے اور اس کو نص صریح اور صحیح روایت کے مقابلہ میں پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ مطلب زبیر بن بکار سے نقل شدہ روایت کے خلاف ہے: ''جس مٹی سے پیغمبر اکرمؐ کو خلق کیا گیا تھا جبریل امین نے وہ مٹی خانہ کعبہ سے اٹھائی تھی لہٰذا جس مٹی سے آپ کی تخلیق ہوئی ہے وہ کعبہ کی سرزمین ہے'' یہ صحیح روایت اپنی معارض روایت سے ہر اعتبار سے بہتر ہے کیونکہ اس معارض روایت کی سند میں عطاء خراسانی ہے البتہ اگر اجماع والی قاضی عیاض کی بات صحیح ثابت ہوجائے تو وہ صرف اجماع کو حجت ماننے والوں کے لئے حجت ہوگی۔

مدینہ کو **افضل** قرار دینے والوں نے چند دلیلیں پیش کی ہیں جن میں سے ایک دلیل یہ حدیث ہے:

مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

""پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے" جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کو نقل کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پیغمبر کا یہ قول بھی ہے:

موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا و مافیھا

لیکن اس کے ذریعہ بھی مدینہ کی افضلیت ثابت نہیں کی جاسکتی ہے چونکہ اس حدیث میں مکہ اور مدینہ کی تمام زمینوں پر افضلیت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ دونوں مذکورہ احادیث اس صحیح حدیث کی معارض نہیں ہوسکتیں کیونکہ یہ صرف مدینہ کے مخصوص حصہ کی فضیلت کو بیان کر رہی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا لیکن اس میں مدینہ کی مکہ پر افضلیت کے اثبات میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ابن حزم نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سے جنت مجازی مراد ہے کیونکہ واقعاً اگر اس سے جنت کا ٹکڑا مراد ہوتا تو پھر اس میں وہ اوصاف جنت بھی پائے جاتے جو خداوند عالم نے بیان کئے ہیں۔ جیسے:

اِنَّ لَکَ اَلاتَجُوعَ وَلاتَعرىٰ (۱)

""بیشک یہاں جنت میں تمہارا فائدہ یہ ہے کہ نہ بھوکے رہوگے نہ برہنہ رہوگے""

۱۔ سورۂ طٰہ، آیت ۱۲۳

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھنا جنت میں نماز پڑھنے کے مانند ہے جیسا کہ نیک دنوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جنت کے ایام ہیں اور آنحضرت ﷺ کا بھی فرمان ہے:

الجنۃ تحت ظلال السیوف

""جنت تلواروں کے سایہ میں ہے""

ابن حزم نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر واقعاً یہ ثابت ہوجائے کہ حقیقت میں اس کو جنت کا ٹکڑا قرار دیا گیا ہے تب بھی افضلیت اسی ایک خاص حصہ کیلئے ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس سے جو جگہ سب سے زیادہ قریب ہوگی وہ اس سے دور والی جگہ سے زیادہ با فضیلت ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد جحفہ (جو مدینہ سے زیادہ قریب ہے) مکہ سے **افضل** ہے جبکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

جن لوگوں نے مکہ کو مدینہ سے **افضل** قرار دیا ہے ان کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ابن زبیر کی یہ حدیث ہے جس کو احمد، عبد بن حمید، ابن زنجویہ، ابن خزیمہ طحاوی، طبرانی، بیہقی اور ابن حبان نے نقل کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے:

قال رسول اللہ صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام، وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من صلاۃ فی مسجدی بمائۃ صلاۃ

""رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری جگہ ہزار نماز پڑھنے سے **افضل** ہے سوائے مسجد الحرام کے اور مسجد الحرام میں ایک

نماز پڑھنا میری مسجد میں سو نماز پڑھنے سے بہتر ہے"

یہ حدیث پندرہ طرق صحابہ سے نقل ہوئی ہے مکہ کی افضلیت کے قائلین نے اس حدیث سے یوں استدلال کیا ہے کہ مسجد النبی کی فضیلت اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے جہاں پر آپ مدفون ہیں (یہ تھا شوکانی کا بیان)۔

ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۵۵ پر تحریر کیا ہے: قاضی عیاض نے اس حصہ کو مستثنیٰ کیا ہے جس میں نبی کریم ؐ کو دفن کیا گیا ہے اور انھوں نے اس بات پر اجماع کا ادعا کیا ہے کہ یہ حصہ روئے زمین پر ہر حصہ سے **افضل** ہے، اس کے بعد قاضی نے کہا کہ یہ بات مذکورہ بحث سے متعلق نہیں ہے کیونکہ اس کا محل بحث وہ ہے جہاں پر عبادت کرنے کی فضیلت بیان کی جائے۔

قرافی نے قاضی عیاض کا یہ جواب دیا ہے کہ مدینہ کی یہ افضلیت وہاں پر موجود آنحضرتؐ کے کثرت انصار کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ ایسے ہے جیسے قرآن کریم کی جلد کو دوسری تمام جلدوں پر افضلیت حاصل ہے۔

نووی نے شرح مہذب میں کہا ہے کہ ہمارے علماء نے اس بارے میں کوئی روایت نقل نہیں کی ہے اور ابن عبد البر کا کہنا ہے: مسجد النبی کی افضلیت کے لئے آنحضرت ﷺ کی قبر کی افضلیت سے متعلق روایات کی تلاش وہی افراد کرتے ہیں جو اس مسجد کی افضلیت کے قائل نہیں ہیں لیکن اس مسجد کی افضلیت کے معتقد لوگوں کا کہنا ہے: مکہ کے بعد مسجد النبی سے **افضل** کوئی جگہ نہیں ہے وہ مسجد النبی اور مسجد الحرام کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔ نیز دوسرے بعض علماء کا کہنا ہے کہ مدفن نبی کی افضلیت کی دلیل وہ روایت ہے جس میں بیان

کیا گیا ہے کہ انسان اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں سے اس کی مٹی تخلیق کے وقت اٹھائی گئی تھی اس روایت کو ابن عبد البر نے اپنی تمہید کے آخر میں عطائے خراسانی کے ذریعہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

اسی وجہ سے زبیر بن بکار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس مٹی سے پیغمبر اکرم ؐ کو خلق کیا گیا جبرئیل نے وہ مٹی کعبہ سے اٹھائی تھی لہذا جہاں آپ کو دفن کیا گیا وہ خاک کعبہ کا حصہ ہے۔ بنابریں اگر یہ مطلب صحیح ہو تو حقیقت میں یہ فضیلت مکہ اور خاک کعبہ کو حاصل ہے واللہ اعلم۔

شہید اول نے قواعد والفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرمایا ہے: "مغرب کے بعض سنی حضرات (جس سے قاضی عیاض مؤلف کتاب الشفا مراد ہیں) کا یہ گمان ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس مقام پر پیغمبر اکرم ﷺ کو دفن کیا گیا ہے وہ روئے زمین کی سب سے **افضل** جگہ ہے لیکن اہل سنت کے متعدد علماء اس افضلیت کے بھی منکر ہیں اور ان کے دعوائے اجماع کو بھی قبول نہیں کرتے ہیں"

یہ اہل سنت علماء کے نظریے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱. سوال کرنے والے نے کافی کی جس حدیث کے ذریعہ استناد کیا ہے اس کو اہل سنت علماء نے یا ضعیف کہا ہے یا گڑھی ہوئی کہا ہے۔

۲. مدینہ کی افضلیت یا عدم افضلیت کے بارے میں علماء نے یہ بحث صرف اس جگہ کے متعلق کی ہے جس جگہ پر نبی اکرم ؐ کا جسم مبارک ہے اور یہ اس کے اطراف کو شامل نہیں ہے لہذا یہ بات قبر ابوبکر اور عمر کو شامل نہیں ہے اور

ان لوگوں میں سے جن کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہے تو وہ صرف اسی حصہ کو بافضیلت سمجھتے ہیں کہ جہاں پر حضور کا جسم مبارک ہے اور اس میں قبر شریف کے اطراف کا حصہ یا مسجد شامل نہیں ہے۔

۳۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے اس ارشاد:

مابین قبری ومنبری روضة من ریاض الجنة

"میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے" کے ذریعہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں (ابوبکر اور عمر) منبر اور آنحضرت ﷺ کی قبر کے درمیان نہیں ہیں جو وہ باغ بہشت میں قرار پائیں بلکہ وہ پشت قبر پیغمبر اور باغ بہشتی کے باہر واقع ہیں۔

۴۔ آنحضرتؐ نے جو یہ فضیلت بیان فرمائی ہے: "میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اسی مخصوص بقعہ کے لئے ہے اور اس جگہ کے متعلق بھی نہیں ہے۔ جس میں خود آپ دفن ہیں اور مسلمانوں میں سے کسی بھی مسلمان نے خود نبی اکرمؐ یا صحابہ میں سے کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ یہ فضیلت اس بقعہ کے ساتھ ساتھ اس جگہ کو بھی حاصل ہے جہاں خود آنحضرت کو دفن کیا گیا ہے یا جہاں آپ تشریف فرما ہوتے تھے اور اگر یہ فضیلت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہوتی تو ہر فاسق و فاجر کیلئے آپ کی جگہ پر بیٹھ جانا اور یہ دعویٰ کرنا صحیح ہوتا کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ افضل ہوں کیونکہ میں "روضة من ریاض الجنة" "جنت کے باغ کے اندر بیٹھا ہوا ہوں اور تمام مسلمان مجھ سے کمتر ہیں کیونکہ وہ اس باغ میں نہیں ہیں۔

نتیجہ

علمائے اہل سنت کے مطابق مذکورہ باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابوبکر اور عمر کی افضلیت ان کے جائے دفن سے ثابت نہیں کی جا سکتی ہے۔

شیعہ حضرات بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں۔

لیکن یہ روایت جس کو کافی جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ پر امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "من خلق من تربة دفن فیھا" "جو شخص جس مٹی سے خلق کیا گیا ہے اس کو اسی میں دفن کیا جائے گا"

اسی طرح اس کتاب کی دوسری روایت میں حارث بن مغیرہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا: "جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے تو پروردگار عالم ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس جگہ کی تھوڑی سی مٹی جہاں اس کو دفن ہونا ہے اٹھا کر لائے اور نطفہ میں ملا دے اور اس کے بعد سے اس کا دل اس مٹی کے انتظار میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں دفن کر دیا جائے"۔

لیکن ان دونوں احادیث کے معنی وہ نہیں ہیں جو مقالہ نگار نے مراد لئے ہیں تا کہ اس سے ابوبکر اور عمر کی فضیلت ثابت کر دی جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس ذرۂ اصلی سے انسان کو خلق کیا گیا ہے وہ مرتے وقت اس کے بدن سے جدا ہو کر اسی سرزمین پر دفن ہوتا ہے جہاں سے تخلیق کے وقت لیا گیا تھا اور اس کا ثبوت وہ روایت ہے۔ جس کو کافی جلد ۳ صفحہ ۲۵۱ پر امام صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ سے میت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مرنے

کے بعد جسم نابود ہوجاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں اس کا گوشت اور ہڈی کچھ بھی باقی نہیں رہتا بلکہ اس کی وہی طینت باقی رہ جاتی ہے جس سے اسے خلق کیا گیا ہے اور یہ طینت کہنہ اور بوسیدہ ہونے والی نہیں ہے اور یہ قبر میں اسی طرح باقی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کو دوبارہ اسی سے خلق کیا جائے گا جس سے پہلی بار خلق کیا گیا تھا''۔

اس مٹی اور طینت سے مراد وہی ذرہ ہے جس سے انسان کو خلق کیا گیا ہے اور وہ نیست و نابود ہونے والا نہیں ہے اور یہ ذرۂ اصلی عالم ذر میں اس کی خلقت کی اساس و بنیاد ہے۔

کافی جلد۲ صفحہ ۱۱ پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جب پروردگار عالم نے جناب آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے ان دونوں طینتوں کو پیدا کیا پھر ان دونوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا دائیں طرف کی طینت سے کہا تم میرے اذن سے مخلوق بن جاؤ وہ ذرہ کے مانند مخلوق بن گئی اس کے بعد بائیں طرف والی طینت سے کہا: تو میرے اذن سے خلق ہوجا وہ بھی ذرہ کے مانند خلق ہوگئی پھر خدا نے ان کے لئے آگ کو خلق کیا اور ان سے کہا میری اجازت سے اس میں داخل ہوجاؤ چنانچہ اس میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان کے بعد اولوالعزم انبیاء، ان کے اوصیاء اور ان کے پیرو تھے۔ پھر بائیں طرف کے گروہ سے کہا:

میری اجازت سے اس میں داخل ہوجاؤ لیکن انہوں نے کہا پروردگار! کیا تو نے ہم کو اس آگ میں جلانے کیلئے خلق کیا ہے؟ انہوں نے خداوند عالم

کا حکم نہیں مانا۔ تو پروردگار عالم نے دائیں طرف والے گروہ سے فرمایا کہ میرے حکم سے اس آگ سے نکل جاؤ تو چنانچہ جب وہ آگ سے باہر آئے تو آگ نے ان کو ذرہ برابر تکلیف نہیں پہنچائی تھی تو بائیں طرف کا گروہ ان کو دیکھ کر کہنے لگا کہ پروردگار ہم تو اپنے ان ساتھیوں کو بالکل صحیح وسالم پا رہے ہیں لہٰذا ہمیں بھی اس آگ میں داخل ہونے کی اجازت دے دے تو ارشاد ہوا میں نے تمہاری غلطی معاف کی جاؤ داخل ہوجاؤ چنانچہ جب وہ اس کے قریب پہنچے اور انھوں نے اس کی لپٹیں دیکھیں تو کہنے لگے:

اے ہمارے پروردگار ہم میں جلنے کی طاقت نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے خداوند عالم کی دوسری مرتبہ نافرمانی کی۔ اللہ نے پھر تیسری مرتبہ اُن کو آگ میں جانے کا حکم دیا تو انھوں نے پھر بھی خدا کی نافرمانی کی اس کے برعکس خداوند عالم نے دائیں طرف کی جماعت کو جتنی مرتبہ حکم دیا انھوں نے خدا کی اطاعت کی اور ہر مرتبہ سرفراز باہر نکلے تو اللہ نے ان سے خطاب کیا: تم میرے اذن سے مٹی میں بدل جاؤ اس وقت اللہ نے جناب آدمؑ کو اس مٹی سے خلق کیا'' اسی وقت سے جو شخص جس گروہ میں تھا وہ اسی گروہ میں رہا''

نہج البلاغہ جلد۲ صفحہ ۲۲۷ پر مالک بن وحیہ سے روایت ہے: ہم امیر المومنین کے پاس بیٹھے تھے آپ کے سامنے لوگوں کے رنگ ونسل کے مختلف ہونے کا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا:

''ان کے درمیان یہ اختلاف ان کی طینت کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ انسان آغاز خلقت میں شور وشیریں، سخت یا نرم مٹی کا ایک [illegible] جس

حصہ سے وہ قریب رہا اس میں اس نے اثر کیا اور جس قدر ان کی طینت میں اختلاف ہوگا ان میں اختلاف پایا جائے گا اسی وجہ سے بعض صورت کے حسین وجمیل لیکن عقل کے ناقص ہیں، بعض قد وقامت کے طویل لیکن کم ہمت ہیں، بعض سیرت میں اچھے ہیں لیکن ان کی صورت بری ہے، بعض ظاہری طور پر معمولی انسان لگتے ہیں لیکن باطن میں دور اندیش ہوتے ہیں، بعض میدان جنگ میں فولاد کی مانند ہوتے ہیں لیکن اپنی روزمرّہ کی زندگی میں بہت سست ہوتے ہیں بعض فکری اعتبار سے پریشان تو بعض خوش زبان اور خوش اندیشہ ہیں"

مندرجہ بالا مطالب سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے: "مرنے کے بعد ہر انسان کو اسی مٹی میں دفن کیا جائے گا جس سے اسے خلق کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ذرۂ اصلی یا پہلی سرشت مرتے وقت اس سے لے لی جاتی ہے اور اس کو جہاں سے خلق کیا گیا ہے وہیں پلٹا دیا جاتا ہے چونکہ انسان کو خلق کرتے وقت جب پروردگار عالم نے جبرئیل کو بھیجا تو انھوں نے زمین کے مختلف حصوں سے مٹی اٹھائی اور اسی سے انسان کی تخلیق ہوئی۔

لہٰذا صالح اور نیک انسان کو کہیں بھی دفن کیا جائے اس کی مٹی اسی جگہ منتقل کردی جاتی ہے جہاں سے اسے خلق کیا گیا تھا اسی طرح برے انسان کی مٹی بھی اسی جگہ منتقل کردی جاتی ہے جہاں سے اس کی پہلی بار خلقت ہوئی تھی۔

اس بات کی تائید شیعہ اور سنی کتابوں میں موجود حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔

روضۃ الواعظین مؤلف فتال نیشاپوری صفحہ ۴۹۰ پر ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

لما خلق الله آدم اشتکت الارض الیٰ ربها

لما اخذ منها فوعدها ان یرد فيها ما اُخذ منها

فما من احد الا یدفن فی التربة التی خلق منها

"جب جناب آدمؑ کو پروردگار عالم نے خلق کیا تو زمین نے اپنے رب کی بارگاہ میں شکوہ کرتے ہوئے یوں عرض کیا کہ اس کی مٹی کیوں لے لی گئی ہے پروردگار عالم نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کو وہیں پلٹا دے گا جہاں سے اس کو لیا گیا ہے لہٰذا ہر مرنے والے انسان کو کہیں بھی دفن کیا جائے اس کی مٹی اسی طرف پلٹا دی جاتی ہے جہاں سے اس کی خلقت ہوئی ہے"

اسی روایت کے مثل روایت تفسیر بغوی جلد ۱ صفحہ ۲۴۴ پر بھی موجود ہے۔

اس بنا پر ابوبکر اور عمر کے دفن کے سلسلہ میں مقالہ نگار کا دعویٰ خود انہی کے مذہب کی رو سے غلط ہے کیونکہ مقالہ نگار کی بات کی نہ اہل سنت کی احادیث تائید کرتی ہیں اور نہ ہی شیعوں کی احادیث اور چونکہ ہمارے علماء کے نظریے کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مٹی اور خاک سے ابوبکر اور عمر خلق کئے گئے تھے ان کی موت کے بعد اس کو اسی جگہ واپس پلٹا دیا گیا جہاں سے ان کی تخلیق ہوئی تھی جس کو خدا بہتر جانتا ہے لہٰذا قبر پیغمبر کے جوار میں ان کی تدفین سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے کیا آپ کے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جو اس جگہ سے واقف ہے جس سے ان کو خلق کیا گیا تھا؟

کیا حضرت علی اور ائمہؑ کیلئے شہادت ثالثہ دینا واجب ہے؟

سوال ۲۴

اہل سنت جو کلمہ (لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ) پڑھتے ہیں وہ آپ کے نزدیک کامل ہے یا ناقص؟

سوال ۲۵

اگر اہل سنت کا کلمہ پورا ہے تو اعلان کر دیجئے تا کہ اہل سنت کے کلمہ کے متعلق شبہات دور ہو جائیں؟

سوال ۲۶

اگر یہ کلمہ ادھورا ہے تو پھر آپ کی کتاب حیات القلوب جلد ا صفحہ ۲ پر ملا باقر مجلسی نے یہ کیوں تحریر کیا ہے کہ سرور کائنات کی مہر نبوت پر اہل سنت والا کلمہ تھا؟

سوال ۲۷

کتاب غزوات حیدریہ صفحہ ۲۹ سطر ۱۸ پر درج ہے کہ جب جناب خدیجہ اسلام لائیں تو وہی کلمہ حضور نے پڑھوایا جو اہل سنت پڑھتے ہیں فرمایئے حضرت خدیجہ کے ایمان کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

سوال ۲۸

اذان میں ''اشھدان علیاًولی اللہ'' جو آپ لوگ کہا کرتے ہیں اسکے متعلق اپنی کتاب میں سے کسی امام کی صحیح حدیث پیش کیجئے؟

جواب ۲۴ ، ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸

شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام لانے کیلئے کم سے کم ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے اور جو شخص ان دونوں باتوں کی گواہی دے وہ شرعاً مسلمان ہے اس کو وہی حق حاصل ہے جو دوسرے

مسلمانوں کو حاصل ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو ایک مسلمان کے کے ساتھ ہوتا ہے لیکن غالی اور ناصبی اس حکم سے جدا ہیں۔

لیکن صرف اتنا کہنے سے کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور وہ اس وقت تک مومن نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور بقیہ ائمہ طاہرینؑ کی ولایت کی گواہی اور ان کے دشمنوں سے برائت کا اقرار نہ کرلے اس کی یہ شہادت ہمارے نزدیک اصول دین کا حصہ ہے اور ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی گواہی کے بعد یہ گواہی دیتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد کے دوسرے ائمہ معصومینؑ ہمارے امام و رہبر ہیں۔

یہ تو عقیدہ کا مرحلہ تھا لیکن اس بات کا اعلان کرنا بعض حالات میں واجب ہے اور بعض حالات میں مستحب ہے۔

اس کے باوجود کہ ولایت اہل بیتؑ اصول دین میں ہے پھر بھی جو شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور ولایت اہل بیتؑ کا اعتراف نہیں کرتا ہے ہم اس کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں کیونکہ سیرت پیغمبر اور آپ کی سیرت سے متعلق صحیح حدیث سے کہ ایسے لوگوں کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے بھی مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جنھوں نے آپ کی بات نہیں مانی، آپ کو امت کو گمراہی سے بچانے والا نوشتہ نہیں لکھنے دیا اور آپ کے سامنے یہ کہا کہ ''ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے'' اسی لئے انھوں نے پیغمبر پر ہذیان کی تہمت لگائی آپ کی شان میں

بے ادبی کی اور خود بھی گمراہ ہوئے اور امت کی گمراہی کا ذریعہ بھی بنے لیکن اس کے باوجود پیغمبر نے ان کو اپنے گھر سے نکال دینے پر ہی اکتفا کیا اور ان کو کافر قرار نہیں دیا۔

صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳۷ پر ابن عباس سے منقول ہے: ''جب نبی اکرمؐ کے مرض میں شدت آ گئی تو آپ نے فرمایا مجھے کاغذ لا کر دو تا کہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ عمر نے کہا کہ پیغمبر پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے اس کے بعد لوگوں کے درمیان میں اختلاف ہو گیا اور بات زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس سے دور ہو جاؤ اور میرے پاس جھگڑا نہ کرو۔ ابن عباس یہ کہتے ہوئے نکلے کہ پیغمبر اور ان کے نوشتے کے درمیان حائل ہونے والی سب سے بڑی مصیبت یہی ہے''۔

اسی روایت کو بخاری نے اپنی صحیح میں اور دوسرے مقامات پر بھی درج کیا ہے اور ہم چونکہ اپنے نبی کے مطیع ہیں لہٰذا ان لوگوں کو کافر نہیں کہتے اور ان سے مسلمانوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ شہادتین پڑھتے تھے۔

انھیں روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ امت تم سے خیانت کرے گی اور اس سے نبی پر جفا ہو گی اور تمہاری ولایت اور امامت کا انکار کرے گی لیکن اس کے باوجود بھی پیغمبرؐ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ ان کے ساتھ گمراہ اور فتنے میں پڑے ہوئے جیسے مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے اور ان کی تکفیر نہ کی جائے۔

اسی سلسلہ میں مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ پر مرقوم ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے بغاوت کرے گی اور تم میری زندگی کے دستور اور میری سنت پر جنگ کرو گے جو تم سے بغض اور دشمنی کرے گا وہ میرا دشمن ہے اور تمہاری یہ ڈاڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہو گی حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اپنی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (۱)

ابن کثیر بدایہ و نہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۶۰ پر رقمطراز ہیں کہ بیہقی نے فطر بن خلیفہ اور عبد العزیز بن سیاہ کے طریق سے اور ان دونوں نے حبیب بن ثابت کے توسط سے ثعلبہ حمانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو منبر پر فرماتے سنا:

خدا کی قسم نبی نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میری امت میرے بعد تم سے بغاوت کرے گی بخاری نے کہا ہے کہ ثعلبہ بن زید حمانی کی اس حدیث میں اشکال ہے''

بیہقی کا کہنا ہے:

ہم نے یہی روایت دوسری سند کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے الدلائل جلد ۶ صفحہ ۴۴۰ پر نقل کی ہے جس کو اپنے حافظہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ابو علی

۱۔ اسی حدیث کو خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تاریخ بغداد، جلد ۱۱، صفحہ ۲۱۶ پر، متقی ہندی نے کنز العمال، جلد ۱۱، صفحہ ۲۹۷ اور صفحہ ۶۱۷، ابن اسامہ نے بغیۃ الباحث، صفحہ ۲۹۶ اور ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق میں جلد ۴۲، صفحہ ۴۴۸ پر نقل کیا ہے۔

روذباری نے انھوں نے ابو محمد بن شوذب واسطی سے انھوں نے شعیب بن ایوب سے انھوں نے عمرو بن عون سے انھوں نے ھشیم بن اسماعیل بن سالم سے انھوں نے ابو ادریس ازدی سے انھوں نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: پیغمبر نے مجھے جن چیزوں کے بارے میں بتایا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے خیانت کرے گی!

بیہقی کا کہنا ہے: اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف قیام اور ان کے قتل کرنے کے اقدامات کئے تھے۔

لیکن بیہقی کا سقیفہ میں بیٹھکر خیانت کرنیوالوں کا دفاع اور حدیث کا ضعیف قرار دینا بے فائدہ ہے چونکہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور بہت متعصب سنی عالم ذھبی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

لیکن پیغمبر کا حضرت علی علیہ السلام کو یہ حکم دینا کہ ان سے فتنہ پرور لوگوں جیسا برتاؤ کرنا مرتد اور دین سے خارج ہونے والو جیسا برتاؤ نہ کرنا یہ روایت ہمارے اور اہل سنت کے متعدد علماء نے نقل کی ہے۔

نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۴۹ پر ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنینؑ ذرا ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیں اور کیا آپ نے اس بارے میں رسول اللہ سے سوال کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پروردگار عالم نے یہ آیت نازل کی:

الم اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُتْرَکُوْا اَنْ یَقُوْلُوْا آمَنَّا
وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ

"الم کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائیگا"

تو مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تو ہم میں یہ فتنہ برپا نہیں ہوا لہذا میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ یہ فتنہ کیا ہے جس کی آپ کو پروردگار عالم نے خبر دی ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام میری امت میرے بعد فتنہ میں مبتلا ہو گی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنگ احد میں جب کچھ مسلمان درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے اور میں شہادت سے محروم رہ گیا اور یہ چیز مجھ پر بہت شاق ہوئی تو کیا آپ نے اس وقت مجھے بشارت نہیں دی تھی کہ شہادت تمہارے انتظار میں ہے؟

آپ نے فرمایا:

ہاں ایسا ہی ہے تم کس طرح صبر کرو گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صبر کی منزل نہیں بلکہ شکر کا مقام ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے علی علیہ السلام اس قوم کا اس کے اموال کے ذریعہ امتحان لیا جائے گا اور یہ لوگ خدا پر اپنے دین کا احسان جتائیں گے اور اس کی رحمت کی تمنا کریں گے اس کے سطوت و عذاب سے اپنے کو امان میں سمجھیں گے کاذب شبہات اور فضول خواہشات کے ذریعہ اس کے حرام کو حلال قرار دیں گے چنانچہ خمر کو نبیذ کے ذریعہ رشوت کو ہدیہ کے ذریعہ اور ربا کو بیع کے ذریعہ حلال قرار دیں گے!

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت میں ان لوگوں کو کن میں شمار کروں دین سے خارج ہو جانے والوں میں یا فتنہ میں

نے فرمایا: ان کو فتنہ برپا کرنے والوں میں شمار کرنا۔

کتاب خصال صفحہ ۴۶۲ پر حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول مروی ہے: رسول اللہ کی یہ بات مجھے یاد ہے کہ اے علی علیہ السلام اگر یہ قوم ایک دن تمہاری خلافت چھین کر کسی اور کے حوالے کر دے اور اس کام کے ذریعہ میری نافرمانی کرے تو تم صبر کرنا یہاں تک کہ خود بات بن جائے یاد رکھو کہ وہ لوگ ضرور بالضرور تم سے غداری کریں گے لہٰذا تم ان کو اپنی ذلت اور خون خرابہ کا موقع نہ دینا کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے پروردگار عالم کی طرف سے مجھ تک یہ خبر پہنچائی ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے ضرور غداری کرے گی"

شرح نہج البلاغہ جلد ۹ صفحہ ۲۰۶ پر ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ یہ روایت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اور اس روایت کو کثرت کے ساتھ محدثین نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا:

إِنَّ اللهَ قَدْ كُتِبَ عَلَيْكَ جِهَادُ الْمَفْتُونِيْنَ
كَمَا كُتِبَ عَلَى جِهَادُ الْمُشْرِكِيْن

"پروردگار عالم نے تمہارے اوپر اہل فتنہ سے جہاد اسی طرح واجب قرار دیا ہے جس طرح مشرکین سے جہاد کو میرے اوپر واجب قرار دیا ہے"

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ پھر میں آپ کے بعد ان اہل فتنہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کروں؟ فتنہ برپا کرنے والوں یا مرتد ہوجانے والوں کی طرح؟

آپ نے فرمایا: وہ لوگ فتنہ میں اس طرح سرگردان ہوجائیں گے کہ انھیں عدالت خود بخود دکھائی دے جائیگی۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان کو عدالت ہمارے ذریعہ ملے گی یا ہمارے علاوہ کسی اور کے ذریعہ ملے گی؟

آپ نے فرمایا: ان کو عدالت ہمارے ذریعہ ملے گی ہمارے ہی ذریعہ خدا نے عدالت کا آغاز کیا ہے ہم پر ہی اس کا اختتام ہوگا اور ہمارے ہی ذریعہ شرک کے بعد خدا نے لوگوں کے دلوں کو توحید پر جمع کیا ہے اور ہمارے ہی ذریعہ فتنہ کے بعد دلوں کو متحد کرے گا۔

میں نے کہا:

الحمدللّٰہ علی ماوَھَبَ لنامِنْ فَضْلِہٖ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو اپنے فضل سے نوازا ہے۔

انھیں احادیث اور ان کے مانند دوسری احادیث کی بنیاد پر فقہاء شیعہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ طاہرین کی امامت کی گواہی دینا (یعنی شہادت ثالثہ) اگرچہ اصول دین کا حصہ ہے لیکن ہم اس کے مخالف کو کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ لوگ منحرف ہوگئے اور ان کا اسلام ناقص ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ اختتام نبوت تک یہی دو شہادتیں تھیں تو اس سے تیسری شہادت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہادت کا اعلان مختلف مقامات اور مناسبتوں میں کیا ہے کہ انھیں میں سے ایک حدیث غدیر ہے جس کے صحیح ہونے پر شیعہ اور اہل سنت کا اتفاق ہے۔

مذکورہ مطالب سے مقالہ نگار کی اس بات کہ جناب خدیجہ ام المومنین سلام اللہ علیہا نے صرف شہادتین کے ذریعہ اسلام قبول کیا تھا کی وضاحت ہو گئی کیونکہ

جناب خدیجہ کے اسلام قبول کرتے وقت بلکہ تمام مسلمانوں کے مذہب اسلام اختیار کرتے وقت شہادت ثالثہ کا نہ کہا جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی شہادت دینا یہ اسلام کا جزء نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تمام مسلمانوں پر شہادت ثالثہ واجب نہیں ہوئی تھی اور جب اس کو سب کے لئے واجب قرار دیدیا گیا تو جس نے اس پر اعتراض کیا اور اس کا معتقد نہیں ہوا اس پر کفر کا حکم بھی نہیں لگایا گیا۔

اس کے علاوہ شیعہ اور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم کثرت کے ساتھ کہا کرتے تھے: "قُوْلُوا لاالٰہ الااللہ تفلحوا" یعنی (لاالٰہ الااللہ کہو اور نجات پا جاؤ (سیرۂ نبویہ ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۶۲ وغیرہ) کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت ثانیہ (اشہد ان محمد رسول اللہ کہنا) اسلام کا جزء نہیں ہے؟!

ہاں یہ مطلب کہ ہم اذان اور اقامت میں امیر المومنینؑ کی ولایت کی گواہی دیتے ہیں تو اس کو کسی فقیہ نے اذان اور اقامت میں واجب ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اگر چہ یہ ایمان کا رکن ہے بلکہ ہم اذان میں اس جملہ کو مستحب کی نیت سے کہتے ہیں اور اس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی گواہی کا تتمہ سمجھتے ہیں کیونکہ جب بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی جائے تو حضرت علی اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ کی امامت کی شہادت دینا مستحب ہے۔

"صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً" کا کیا مطلب ہے؟

سوال ۲۹

جب قرآن کریم میں "وسلموا تسلیما" ہے تو آپ درود میں "بارک وسلم" کیوں نہیں کہتے؟

جواب ۲۹

ہمارے فقہاء اور دوسرے فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز میں تشہد میں پیغمبر اکرم پر صلوات بھیجنا واجب ہے اور نماز کے علاوہ دوسرے مقامات پر مستحب ہے، اسی طرح نماز میں آپ پر اس طرح سلام بھیجنا:

"السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" بھی مستحب ہے لیکن اس آیت:

"یاایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" میں تسلیم کا مطلب سلام نہیں ہے بلکہ "سلموا علیہ وسلموا تسلیما" سے مراد یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرو اور وہ جو حکم دیں اس کو مانو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

فَلاوَرَبِّکَ لَایُؤمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ
فِیْمَاشَجَرَبَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْافِیْ اَنْفُسِھِمْ
حَرَجاًمِمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْاتَسْلِیْماً (۱)

"پس آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہوجائیں"

شیخ صدوق نے معانی الاخبار صفحہ ۳۶۸ پر ابی حمزہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت:

اِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَہ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَاَیُّھا
الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (۲)

"اس میں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر (اور ان کی آل پر) درود بھیجتے ہیں تو اے ایماندار و تم بھی درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو" کے

---

۱. سورۂ نساء، آیت ۶۵ ۲. سورۂ احزاب، آیت ۵۶

بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے صلوات کا مطلب رحمت ہے ملائکہ کی طرف سے صلوات کا مطلب تزکیہ ہے اور لوگوں کی طرف سے صلوات کا مطلب دعا ہے لیکن آیت: "وسلموا تسلیما" کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردو۔

بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ پر امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ:

اس سے مراد آپ پر صلوات بھیجنا اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اس کے سامنے اپنے سر کو تسلیم کردینا ہے۔

احتجاج طبرسی جلد ۱ صفحہ ۳۷۷ پر مرقوم ہے کہ اس آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن آیت کا ظاہر یہ ہے کہ ان پر صلوات بھیجی جائے اور باطن یہ ہے کہ و سلموا تسلیما یعنی جس کو انھوں نے اپنا وصی اور خلیفہ بنایا ہے اور تمہارے اوپر ان کو فضیلت دی ہے اور ان کے سلسلہ میں تم سے جو عہد لیا ہے اس کے سامنے تم اپنے سر کو بالکل جھکادو۔

اسی بات کی تائید میں نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴ پر یوں رقمطراز ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ تشہد میں آپ پر صلوات سلام سے جدا کیوں ہے؟

تو میں جواب دونگا کہ تشہد سلام میں صلوات سے پہلے ہے اور وہ "السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ہے۔

لہٰذا اصحاب نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا یارسول اللہ ہم آپ پر سلام بھیجنا تو سیکھ گئے لیکن یہ بتایئے کہ آپ پر کیسے صلوات بھیجیں...

تو ہم پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجتے ہیں اور نماز میں ان کی آل کو ان کے ساتھ

شامل کرتے ہیں اور نماز کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی ان کو اسی طرح شامل کرتے ہیں جیسا کہ پیغمبر نے ہم کو حکم دیا ہے اور ان پر نماز میں ''اَلسَّلامُ عَلَیکَ اَیُّهَا النَّبِيُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ'' کہہ کر سلام پڑھتے ہیں اور اسی طریقہ سے پیغمبر پر ہم سلام بھیجتے ہیں جب ان کی زیارت ان کی قبر شریف کے پاس یا دور سے کھڑے ہو کر سلام کرتے ہیں۔

اس بنا پر نماز میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا صحیح ہے ہمارے بعض علما نے اسی کو کہا ہے اور اسی کو اپنی کتابوں میں تحریر بھی کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ ناقص سلام ہے اس لئے کہ یہ صرف سلام کی درخواست ہے خود سلام نہیں ہے بلکہ سلام کرنے سے ذہن میں آپ کو براہ راست اس طرح سلام کیا جاتا ہے:

''السلام علیک یارسول اللہ'' یا ''السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته، اور (وسلّم) کہنا اس کے ناقص سلام ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص پیغمبر کو سلام کرنے کی نذر کرے اور وہ اس جملہ (صلی الله علیه و آله وسلم) کے ذریعہ آنحضرت ﷺ پر سلام بھیجے تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جس عبارت کے ذریعہ اہل سنت آنحضرتؐ پر سلام بھیجتے ہیں یعنی ''صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَآلِهِ وَسَلَّمْ'' یہ ترکی کے عثمانی بادشاہوں کی ایجاد ہے کیونکہ پہلے اہل سنت علماء کے نزدیک نماز میں آپ کے اوپر صلوات میں آل کو شامل کرنا رائج تھا جیسا کہ ہم ان کے قدیم قلمی کتابوں میں دیکھتے ہیں لیکن ترکیوں نے (وآلہ) کو حذف کر کے صلوات کو

ناقص بنا دیا لہٰذا اس کے آخر میں قافیہ صحیح کرنے کے لئے ''وسلم'' کا اضافہ کر دیا!

بہر حال اس بارے میں ہمارے لئے تو کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی ہے بلکہ آپ ضرور ایسی پانچ مشکلوں اور مصائب میں پھنس جائیں گے جن کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے:

۱. جس آل کو پیغمبر نے اپنی صلوات کے ساتھ مخصوص کیا اور ان کو اپنا قرین قرار دیا ہے تو کیا آپ لوگ نبی کے ساتھ غیر آل کو بھی شامل کرتے ہیں اس بدعت کے جواز پر آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے؟!

۲. آپ نماز میں صرف صلوات ابراہیمی کو پڑھتے ہیں؟ جبکہ حدیث نبی میں ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ ہم آپ پر کس طرح صلوات بھیجیں تو آپ نے اپنی آل کے ساتھ اپنے اوپر صلوات بھیجنے کا مطلق حکم دیا تھا تو پھر اس حکم نبوی (جو تعلیمی اور توقیفی ہے) کو تشہد سے مخصوص کرنے کی کوئی صورت نہیں نکلتی اور نہ ہی تشہد میں دوسری صلوات ایجاد کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

۳. آپ لوگ عام طور سے آنحضرتؐ پر صلوات بھیجتے وقت آلہ کو حذف کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ اصحاب کو رکھتے ہیں اور ان کو نبی کا قرین قرار دیتے ہیں جبکہ آپ کے پاس اس سلسلہ میں پیغمبر سے نقل شدہ ایک بھی حدیث نہیں ہے!

۴. آپ لوگ آل نبی پر صلوات بھیجتے وقت [illegible]

سے مراد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری اولاد یعنی جناب فاطمہؑ حضرت علی اور اسی طرح بنی ہاشم، بنی عبد المطلب کی قیامت تک ساری اولاد شامل ہے اور ان سب کو آپ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ملا دیتے ہیں جبکہ یہ بات طے ہے کہ ان میں بعض ایسے افراد بھی تھے جو خدا اور رسولؐ کے دشمن تھے اور آج بھی ایسے افراد ہیں جو عیسائی ملحد، قاتل، فاسق اور اشرار ہیں تو پھر آپ نبی پر جو صلوات بھیجتے ہیں اس میں ان لوگوں کو شامل کر کے اپنی اس صلوات کو کیوں خراب کرتے ہیں کیونکہ یہ بات محال ہے کہ خداوند عالم ہم کو کفار اور فجار پر صلوات کا حکم دے اور ان کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرین قرار دے؟

حالانکہ یہ اعتراض ہماری صلوات پر نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم آل محمدؐ سے انھیں افراد کو مراد لیتے ہیں جن کو پیغمبر نے معین فرما دیا ہے یعنی حضرت علی، جناب فاطمہؑ، امام حسن علیہ السلام، اور امام حسین علیہ السلام کی ذریت کے نو ائمہ جن کی آخری فرد حضرت مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ہیں اور ہمارے پاس ائمہ معصومین سے صحیح و متواتر احادیث موجود ہیں اور اسی طرح صحابہ سے بھی کچھ روایات مروی ہیں جن کو شیخ صدوق نے اور خزاز قمی نے اپنی کتاب میں تمام اسانید کے ساتھ صحابہ کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعد بارہ امامؑ ہیں اور وہی آپ کی عترت اور اہل بیتؑ ہوں گے۔

۵. اگر آپ پیغمبر کے ساتھ صحابہ کو ملا کر ان پر صلوات بھیجنے کی مشکل کو کسی طرح حل بھی کر لیں تو کیا آپ کے لئے کسی قید و شرط کے بغیر تمام صحابہ پر درود و صلوات بھیجنا جائز ہے؟!

چونکہ جب آپ کہتے ہیں (صلی اللہ وعلی اصحابہ اجمعین) تو آپ ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو اس بات میں شامل کر لیتے ہیں اور ان کو پیغمبر کے ساتھ شمار کرتے ہیں جبکہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو عقبہ کی رات پیغمبرؐ کو قتل کرنے کے درپے تھے اور انھیں لوگوں میں وہ افراد بھی شامل ہیں جن کا نفاق نص قرآن اور نص نبی سے ثابت ہے، ان میں ایک جماعت وہ بھی ہے جن کے بارے میں پیغمبر نے یہ گواہی دی ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز پیغمبر کا دیدار نہیں کریں گے، یہ لوگ ان کے بعد بدل جائیں گے دین سے پلٹ جائیں گے، ان کو حوض کوثر پر وارد ہونے سے روک دیا جائے گا اور انھیں جہنم میں جانے کا حکم دیا جائے گا بلکہ بخاری نے تو یہاں تک روایت کی ہے کہ ان لوگوں میں سے جہنم سے چند انگشت شمار افراد نجات پائیں گے۔

جب ایسا ہے تو پھر آپ لوگ ان تمام لوگوں کو پیغمبر کے ساتھ ملا کر صلوات کیوں پڑھتے ہیں اور اس بدعت کے ذریعہ اپنی صلوات کو کیوں ضائع کرتے ہیں؟!

کیا عورتوں کے لئے نماز میں تکتف واجب ہے؟

سوال ۳۰

نماز میں مردوں کے لئے اگر ہاتھ باندھنے کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے تو فرمایئے عورتوں کے لئے ہاتھ باندھنے کا ثبوت کس آیت میں ہے؟

جواب ۳۰

نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کو تکتف یا تکفیر کہا جاتا ہے یہ بدعت ہے اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے چاہے عورت رکھے یا مرد۔

جیسا کہ حدائق الناظرہ مؤلف محقق بحرانی جلد ۹ صفحہ ۱۰ پر منقول ہے کہ:

عن حریز عن رجل عن ابی جعفر قال:

لاتکفر انما یصنع ذالک المجوس

یعنی امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ

پر نہ رکھا کرو کہ یہ مجوسیوں کا طریقۂ کار ہے۔!

میں کہتا ہوں کہ اسی بات پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس کو خصال میں ابوبصیر اور محمد بن مسلم کے ذریعہ امام صادق سے اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: کوئی مومن نماز میں اپنے ہاتھوں کو نہ باندھے کیونکہ وہ خداوند عالم کے سامنے کھڑا ہے اور یہ اہل کفر یعنی مجوسیوں کی شباہت ہے۔

آیۃ اللہ خوئی کتاب الصلاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۴۵ پر رقمطراز ہیں: یہ بات بالکل واضح و روشن ہے کہ تکفیر یعنی دونوں ہاتھ باندھنا یہ عمل عصر نبی میں نہیں تھا اگرچہ اس بارے میں غیر شیعی روایات اس مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن یہ تمام کی تمام روایات صحیح نہیں ہیں کیونکہ اگر یہ عمل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں رائج ہوتا تو اس سے بھی واقف ہوتے حتی بچہ بچہ جانتا ہوتا اور یہ نماز کے دوسرے افعال کی طرح سبھی کو معلوم ہوتا۔

چونکہ جس عمل کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برسوں انجام دیا ہو اس کے اس طرح مخفی رہ جانے کا کوئی امکان نہیں ہے ورنہ لوگوں کا اس بارے میں ائمہ طاہرین سے سوال کرنے کا کیا مقصد اور ان کا اس کا جواب دینے کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ صحیحہ ابن جعفر میں آیا ہے کہ یہ (ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا) ایک طرح کا عمل ہے اور نماز میں عمل نہیں انجام دیا جا سکتا؟! یہ سوال و جواب اس وقت ہوئے جب وفات پیغمبر کے چند دن ہی گذرے تھے اس کے باوجود خود اہل سنت کے درمیان ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کے طریقہ میں بھی

اختلاف ہے کہ آیا ناف کے اوپر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا چاہئے یا ناف کے نیچے ہاتھ رکھ کر؟!

ان باتوں کے باوجود اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ وہ بدعت ہے جو عصر پیغمبر کے بعد ایجاد ہوئی ہے یا تو خلیفۂ اول کے زمانہ میں جیسا کہ کہا جاتا ہے یا خلیفۂ دوم کے زمانہ میں اور خلیفۂ دوم کے زمانہ والی بات صحیح نظر آتی ہے کیونکہ مؤرخین نے کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ جب فارس کے اسیر خلیفہ دوم کے پاس لائے گئے اور انھوں نے ان کو ہاتھ باندھے کھڑے دیکھا تو سوال کیا کہ یہ اس طرح کیوں کھڑے ہیں تو جواب دیا گیا کہ یہ لوگ اپنے بادشاہوں کی اسی طرح تعظیم وتکریم کیا کرتے ہیں ان کو یہ چیز پسند آگئی تو انھوں نے اس عمل کو نماز میں بجالانے کا حکم دیدیا کیونکہ خداوند عالم سب سے زیادہ لائق تعظیم ہے"

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے جواز پر اہل سنت کی بعض احادیث دلالت تو کرتی ہیں لیکن وہ احادیث ایک دوسرے کی متعارض اور متضاد ہیں اسی لئے بعض مذاہب اہل سنت جیسے مالکی نے اس عمل کو بدعت قرار دیا ہے اور وہ ہاتھ باندھ کر نماز نہیں پڑھتے ہیں۔

لیکن اگر سوال کرنے والے کا مقصد عورتوں کا نماز کی حالت میں سینہ پر ہاتھ رکھنا ہے تو اس کے متعلق اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ اسلام میں عورتوں کے وظائف مردوں سے مختلف ہیں اور ان وظائف کا مختلف ہونا ان کی عفت و پاکدامنی کو محفوظ کرنے کے لئے ہے ان ہی میں سے ایک سینہ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا ہے شیعہ حضرات کی کتابوں میں موجود روایات کے مد نظر یہ حکم اس

عمل (تکتف) سے جدا ہے جس کو اہل سنت بجالاتے ہیں شیعہ فقہاء کی نظر میں عورتوں کا اس حالت میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ کیجئے جس کو شیخ صدوق نے کتاب خصال صفحہ ۵۸۵ پر نقل کیا ہے جس میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ:
"عورتوں پر کچھ چیزیں لازم نہیں ہیں جیسے اذان، اقامت، نماز جمعہ، نماز جماعت، مریض کی عیادت، تشییع جنازہ میں شرکت، حالت احرام میں بلند آواز میں تلبیہ، صفا اور مروہ کے درمیان سعی، حجر اسود کا بوسہ، خانہ کعبہ میں داخل ہونا، حج میں سر کے بال مونڈنا... قیام کی حالت میں اپنے دونوں پیروں کا ملانا اور ہاتھوں کا سینہ پر رکھنا اور رکوع میں اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا..."

کیا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا امام حسین علیہ السلام کے حمل کے وقت رنجیدہ رہتی تھیں؟

سوال ۳۱

مولانا مقبول احمد کی تفسیر میں ہے کہ جب امام حسینؑ اپنی والدہ گرامی کے بطن میں تھے تو آپ رنجیدہ رہتی تھیں کیا یہ بات صحیح ہے؟ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب ۳۱

سوال کرنے والے کی مراد وہ روایت ہے جس کو شیخ کلینی نے اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۶۴ پر امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ: جب جناب فاطمہؑ کے شکم مبارک میں امام حسین کا نور منتقل ہوا تو جناب جبرئیل کچھ... کے بعد نازل

کی خدمت اقدس میں تشریف لائے اور کہا کہ فاطمہ علیہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کردے گی، چنانچہ جب امام حسین علیہ السلام شکم مادر میں آئے تو جناب فاطمہ علیہا دل برداشتہ رہتی تھیں اور جب آپ کی ولادت ہوئی تب بھی آپ دل برداشتہ تھیں۔

اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: دنیا میں کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی گئی جس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کو خوشی نہ ہو اور وہ دل برداشتہ رہے لیکن چونکہ جناب فاطمہ علیہا السلام کو یہ معلوم تھا کہ آپ کے اس بیٹے کو بے دردی کے ساتھ شہید کیا جائے گا لہٰذا آپ کو خوشی نہیں ہو رہی تھی اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا... (۱)

"اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی نصیحت کی کہ اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے ..."

کافی جلد۱ صفحہ۴۶۴ پر امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱. سورۂ احقاف آیت/۱۵

نے فرمایا ہے کہ: میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھ سے کہا اے محمد پروردگار عالم آپ کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوگا اور اس کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کردے گی تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل میرے پروردگار کی بارگاہ میں میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ مجھے ایسے مولود کی حاجت نہیں ہے جو بطن فاطمہ علیہا سے ہو اور اس کے بعد میری امت اس کو قتل کردے جبرئیل آسمان پر گئے اور دوبارہ واپس آئے اور انھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر یہی بات کہی تو آپ نے فرمایا:

اے جبرئیل میرے پروردگار کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور یہ عرض کرنا کہ مجھے ایسے مولود کی حاجت نہیں ہے جس کو میرے بعد میری امت قتل کردے جبرئیل یہی پیغام لے کر پھر آسمان پر گئے اور پھر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ وہ پروردگار اس کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصیت کو قرار دے گا تو آپ نے فرمایا کہ میں راضی ہوں۔

پھر آپ نے جناب فاطمہؑ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ رب کریم نے مجھے یہ بشارت دی ہے کہ عنقریب تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو میرے بعد میری امت قتل کردے گی تو شہزادی نے اس کے جواب میں یہ کہلایا کہ مجھ کو ایسے مولود کی حاجت نہیں ہے جس کو آپ کے بعد آپ کی امت قتل کردے تو آنحضرتؐ نے یہ پیغام بھیجا کہ پروردگار نے اس کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصایت کو رکھا ہے جس کو سن کر شہزادی نے کہا کہ میں راضی

ہوں جس کے بعد آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ...(۱)

"اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے یہاں تک کے جب وہ توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو جائے اور میری ذریت میں بھی صلاح وتقویٰ قرار دے کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں ہوں"

اس کے بعد امامؑ فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرتؐ یہ نہ فرماتے: "اصلح لی فی ذریتی" تو آپ کی پوری ذریت امام ہوتی" (یہ دونوں روایات کامل الزیارات صفحہ ۱۲۲ پر مرقوم ہیں)

۱۔ سورۂ احقاف، آیت ۱۵

قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ سوال کرنے والے نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس میں تحریف کی ہے اور پوری حدیث شریف سے صرف (کرھت حملہ) سے اپنے مطلب کی بات اخذ کی ہے اور امام جعفر صادقؑ کی تفسیر کو ترک کر دیا ہے اور شہزادی کائنات اور ائمہ طاہرینؑ اور انکی ذریت کی عظیم منقبت سے چشم پوشی کی ہے۔

اہل بیتؑ کے فضائل میں تحریف کا یہ ایک نمونہ تھا جو دشمنوں نے اپنایا ہے ان کے اس طرح کے نہ جانے کتنے کام ہیں جو تاریخ کے اوراق پر ثبت و درج ہیں اس کے مقابل جن کو انھوں نے اپنا آئیڈیل اور رہنما بنایا ان کے عیوب پر پردہ ڈال دیا اور ان کے فسق و فجور کو تقویٰ اور ان کے کفر کو ایمان سے تعبیر کیا ہے۔

کیا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی تھیں؟

سوال ۳۲

قرآن، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے کہتا ہے "و بنا تک" یعنی اپنی بیٹیوں سے، اور بنات جمع کا صیغہ ہے تو آپ لوگوں نے قرآن کے حقیقی معنی کو کیوں ترک کر دیا اور صرف یہ کیوں کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف بیٹی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا تھیں اور آپ نے بقیہ بیٹیوں کو ان کی ربیبہ کہہ کر ان کا انکار کیوں کر دیا!

جواب ۳۲

پہلی بات تو یہ کہ اس آیت:

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ

الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ
أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا (۱)

''اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر لٹکائے رہا کریں کہ یہ طریقہ ان کی شناخت یا شرافت سے قریب تر ہے اور اس طرح ان کو اذیت نہ دی جائے گی اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے''

آیت میں جو بنات کا صیغہ جمع کی شکل میں استعمال ہوا ہے یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ پیغمبر کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔ چونکہ جو قضیہ فرض کیا گیا ہے اس کا واقع کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے۔

بلکہ یہ ایک عام تعبیر ہے جس سے خاص مراد لیا گیا ہے اور اس طرح کی آیات قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے آیہ مباہلہ میں ارشاد فرمایا:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا
وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (۲)

۱۔ سورۂ احزاب، آیت

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۶۱

''پیغمبر علم کے آ جانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں''

اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں پر ''انفس'' سے مراد جو جمع کا صیغہ ہے نبیؐ اور علیؑ ہیں ''نساء'' سے مراد جو جمع کا صیغہ ہے صرف جناب فاطمہ علیہا السلام ہیں اور ''ابناء'' یہ بھی جمع ہے اور اس سے مراد امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس سلسلہ میں علمائے شیعہ کے درمیان دو نظریات پائے جاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ:

رقیہ، زینب اور ام کلثوم نبی کریم کی بیٹیاں تھیں۔

اور بعض لوگوں کا نظریہ ہے:

یہ جناب خدیجہ علیہا السلام کی بہن جناب ہالہ کی بیٹیاں اور نبی کی پروردہ تھیں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا جناب خدیجہ نے ان کو پالا تھا۔

اور وہ لوگ یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ جناب خدیجہ شادی کے وقت دوشیزہ اور پاکیزہ تھیں اور نبی سے پہلے آپ نے کسی سے شادی نہیں کی تھی۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ پر نقل کیا ہے کہ:

احمد بلاذری اور ابو القاسم کوفی نے اپنی اپنی کتابوں میں مرتضیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر نے تلخیص میں یہ روایت کی ہے کہ نبیؐ نے جناب خدیجہ

سے شادی کی تو آپ دوشیزہ اور غیر شادی شدہ تھیں اور اس بات کی تائید ان دو کتابوں الانوار اور البدع سے ہوتی ہے کہ رقیہ اور زینب دونوں جناب خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور اس نظریہ کے قائل افراد نے تاریخ، حدیث اور علم انساب کی کتابوں سے اپنی دلیلیں بیان کی ہیں (۱)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو بخاری نے اپنی صحیح جلد ۵ صفحہ ۱۵۷ پر نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

نافع سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک سال حج کرتے ہو اور ایک سال عمرہ کرتے ہو اور راہ خدا میں جہاد نہیں کرتے ہو جبکہ تم جانتے ہو کہ خدا نے اس کی طرف کتنی رغبت دلائی ہے؟

انھوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانا، نماز پنجگانہ پڑھنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، زکوۃ ادا کرنا اور حج بجالانا تو اس نے کہا:

اے ابوعبدالرحمن کیا تم نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں سنی ہے:

وَاِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى

۱۔ رجوع فرمایئے کتاب بنات النبی ام ربائبہ تالیف سید جعفر مرتضی عاملی ضمیمہ کتاب خلفیات کتاب ماساۃ الزہراء، جلد ۲، صفحہ ۱۲۹ اور انھیں کی کتاب الصحیح من السیرۃ، جلد ۶، صفحہ ۲۲

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ اِلَى اَمْرِ اللهِ (۱)

"ایمان والو خبردار کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو اور عورتوں کی بھی کوئی جماعت دوسری جماعت کا مسخرہ نہ کرے کہ شاید وہی عورتیں ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے بھی نہ دینا اور برے برے القاب سے یاد نہ کرنا"

نیز ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَاتَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَاعُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ (۲)

"اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین صرف اللہ کا نہ رہ جائے پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں تو ظالمین کے علاوہ کسی پر زیادتی جائز نہیں ہے"

عمر نے کہا: ہم نے زمانۂ پیغمبر میں اس وقت جہاد کیا جب مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور دین کے متعلق ان کا امتحان ہو رہا تھا کہ یا تو ان کو قتل کر دیا جائے یا ان کو سزا دی جائے لیکن اب چونکہ اسلام پھیل چکا ہے لہٰذا ان کے امتحان کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اس نے کہا علی علیہ السلام اور عثمان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابن عمر نے کہا کہ عثمان کو خدا نے معاف کر دیا ہے لیکن تم لوگ ہو جنھوں نے ان کو معاف نہیں کیا ہے! اور رہی علی علیہ السلام کی بات تو وہ رسول

۱۔ سورہ حجرات، آیت ۹   ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۳

اللہ ﷺ کے ابن عم اور ان کے داماد ہیں اور پھر اپنے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ان کا گھر ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو"

ابن عمر اس وقت ہاتھ سے حضرت علی علیہ السلام کے گھر کی طرف اشارہ کر کے یہ بتانا چاہ رہے تھے کہ وہ ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابن عمر نے حضرت علی علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ کا داماد بتایا عثمان کو نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ عثمان کی پروردہ کے شوہر تھے آپ کی حقیقی بیٹی کے نہیں!

کربلا کے بعد
اہل بیت ؑ کی خواتین کا طرز عمل

سوال ۳۳

پیغمبر اکرم ﷺ کی عترت میں سے کربلا میں امام زین العابدین علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہ گیا تھا صرف کچھ عورتیں اور بچیاں تھیں آپ یہ بتایئے کہ ان عورتوں نے کس سے شادی کی؟

جواب ۳۳

شہدائے کربلا کی کچھ خواتین نے اپنے شوہروں کی شہادت کے بعد اصلاً شادی نہیں کی اور بعض عورتوں اور لڑکیوں نے شادی کی اس کی تفصیل سیرت، تاریخ اور انساب کی کتابوں میں موجود ہے۔

کیا امام زین العابدین علیہ السلام نے کسی زن ہاشمی سے شادی کی تھی؟

سوال ۳۴

کیا امام زین العابدین علیہ السلام نے کسی علوی سیدانی سے شادی کی تھی؟ ان کا نام بتائیے؟

سوال ۳۵

اور اگر آپ نے علوی سیدانی سے شادی نہیں کی تھی تو آپ نے خدا کے اس فرمان:

وَاَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ
عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ

مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۱)

''اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے باصلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام کرو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل وکرم سے انھیں مالدار بنادے گا کہ خدا بڑی وسعت والا اور صاحب علم ہے'' پرعمل کیوں نہیں کیا اور کیا نبی کریمؐ کی عترت قرآن پر عمل نہیں کرتی تھی؟

جواب ۳۴ ، ۳۵

مسلمانوں میں کسی فقیہ نے یہ فتویٰ نہیں دیا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاشمی کے اوپر یہ واجب ہے کہ وہ ہاشمی اور صرف سیدانی سے ہی شادی کرے جیسا کہ خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی غیر ہاشمی خواتین سے شادی کی تھی جبکہ آپ دنیا کے ہر شخص سے بہتر قرآن کریم پر عمل پیرا تھے اس کے باوجود بھی یہ واضح رہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے سیدانی ور ہاشمی خاتون سے شادی کی اور آپ کا نام جناب فاطمہ بنت حسن علیہ السلام تھا اور آپ ہی امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ گرامی ہیں جن کو آپ نے صدیقہ کا لقب دیا تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ صدیقہ تھیں اور آل حسن علیہ السلام میں کسی کا مرتبہ ان کے برابر نہیں ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: ''میری والدہ گرامی ایک دیوار کے

۱۔ سورۂ نور آیت ۳۲/

نزدیک بیٹھی ہوئی تھیں کہ وہ دیوار گرنے لگی اور ہم نے ایک خطرناک آواز سنی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا: لَا وَحَقِّ الْمُصْطَفٰی حضرت مصطفیٰ کے حق کی قسم ابھی تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے چنانچہ وہ دیوار اسی طرح معلق رہی یہاں تک کہ آپ وہاں سے ہٹ گئیں'' ملاحظہ کیجئے اصول کافی جلد اصفحہ ۴۶۹۔

کیا حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت بہ خوشی کی تھی یا مجبوری کی حالت میں؟

سوال ۳۶

کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۵۳ طبع نجف اشرف میں ہے:

"ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَهٗ" "پھر آپ نے اپنا ہاتھ ابوبکر کی طرف بڑھایا اور ان کی بیعت کرلی آپ ہم کو اس کے متعلق یہ بتایئے کہ کیا یہ ظاہری اور بناوٹی بیعت تھی اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کیا گیا تھا اگر ایسی بات ہے، یہ امام برحق کے شایان شان نہیں ہے اور اگر واقعاً بیعت کی تھی تو پھر اس کے بعد شیعہ اور سنی کے درمیان میں کوئی اختلاف ہی باقی نہیں رہ جاتا؟

جواب ۳۶

اس سے متعلق ہماری تمام کتابوں میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں سے ابو بکر کی بیعت زبردستی لی گئی تھی اور ہمارے مخالفین اسی کو اپنی قضاوت کا معیار قرار دیتے ہیں۔

جبکہ اگر ان سے سوال کیا جائے کہ اگر کسی آدمی سے اسلحہ کے زور پر اور زبردستی کوئی معاملہ کیا جائے اس کا شرعی حکم کیا ہے تو سب یہی کہیں گے کہ یہ معاملہ باطل ہے۔

جب کسی چیز کا زبردستی معاملہ کرنا باطل ہے تو پھر بیعت جس کا معاملہ ہزاروں معاملوں سے زیادہ اہم ہے وہ باطل نہیں ہوگی؟!

شیخ صدوقؒ نے کتاب خصال کے صفحہ ۴۶۱ پر اپنی سند سے عثمان بن مغیرہ سے اور زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ: جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام پر مقدم ہونے اور منصب خلافت کی بنا پر ابوبکر کی مخالفت کی تھی وہ مہاجرین و انصار کے بارہ افراد تھے مہاجرین میں خالد بن سعید بن عاص، مقداد بن اسود ابی بن کعب، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، عبد اللہ بن مسعود اور بریدۂ اسلمی تھے اور انصار میں خزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین، سہل بن حنیف، ابوایوب انصاری اور ابوالہیثم بن تیہان وغیرہ تھے۔

جب وہ (ابوبکر) منبر پر گئے تو ان لوگوں نے اس کے بارے میں مشورہ

کیا چنانچہ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر سے نیچے اتار لینا چاہئے لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ ایسا کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَاتُلْقُوا اَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَة

"اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو"

لہٰذا اس سلسلہ میں ہم حضرت علی علیہ السلام سے مشورہ کرنا چاہئے اور ان کے حکم کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

چنانچہ وہ سب حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین علیہ السلام آپ نے اپنے اس حق کو کیوں چھوڑ دیا جس کے آپ حقدار تھے ہم اس شخص کو منبر رسول سے کھینچنا چاہتے ہیں کیونکہ خلافت آپ کا حق ہے اور اس منصب کے لئے آپ ہی اس سے زیادہ اولیٰ و سزاوار ہیں اور ہم نے آپ کے مشورہ کے بغیر اس کو منبر سے اتارنا مناسب نہیں سمجھا تو مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اگر تم ایسا کرتے تو ان کیلئے جنگ کرنے کا موقع فراہم ہوجاتا اور تمہاری تعداد کا آنکھ میں سرمہ یا کھانے میں نمک کی طرح خاتمہ ہوجاتا چونکہ اس امت نے قول رسول کو بھلا کر اور اپنے رب کی بات جھٹلا کر ابوبکر کا انتخاب کرلیا ہے اور میں نے اس سلسلہ میں اپنے اہل خانہ سے مشورہ کیا ہے تو انھوں نے سکوت کے علاوہ اور کوئی مشورہ نہیں دیا کیونکہ تم لوگ جانتے ہو کہ ان لوگوں کے سینے بغض خدا اور بغض اہل بیت نبی سے بھرے ہوئے

ہیں اور تم اس بات سے بھی بخوبی واقف ہو کہ وہ لوگ جاہلیت کا پرچم لہرانا چاہتے ہیں۔

لہٰذا خدا کی قسم اگر تم ایسا کر گزرتے تو وہ لوگ اپنی تلواروں کو کھینچ کر تم سے جنگ وجدال کیلئے تیار ہو جاتے اور تمہارے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتے جیسا انھوں نے میرے ساتھ برتاؤ کیا ہے اور مجھ پر یہاں تک زور ڈالا کہ بیعت کرو، ورنہ ہم تمہارا سر قلم کر دیں گے اور میرے پاس اس قوم سے اپنا دفاع کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا تھا اور اس وقت مجھے رسول خداؐ کا یہ قول یاد آیا کہ:

''اے علی علیہ السلام یہ قوم تم سے عہد شکنی کرے گی اور تمہارے بارے میں میری بات کی نافرمانی کرکے تم پر ظلم وتشدد کرے گی لہٰذا تم حکم الٰہی کے پہونچنے تک صبر کرنا یاد رکھو کہ یہ لوگ تم سے ضرور غداری کریں گے لہٰذا تم ان کو خون بہانے کا موقع نہ دینا کیونکہ یہ امت میرے بعد تم سے غداری کرے گی اور اس بات کی اطلاع مجھے جبرئیل امین نے میرے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دی ہے''۔

لیکن تم سب ان کے پاس جاؤ اور تم نے اس سلسلہ میں جو نبی کریم ﷺ سے سنا ہے وہ ان کے سامنے بیان کرو تاکہ ان کے پاس کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہ جائے اور ان پر حجت تمام ہو جائے اور جب وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں تو پھر نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی اور ان کے اوامر کی مخالفت کی وجہ سے ان کی عقوبت میں کسی طرح کی کمی نہ ہو۔ زید کا کہنا ہے کہ چنانچہ جمعہ کے

دن وہ سب لوگ گئے اور منبر رسول ﷺ کو اپنے حلقہ میں لیکر بیٹھ گئے اور مہاجرین سے کہا کہ اے مہاجرین! اللہ قرآن مجید میں تم کو تمام مسلمانوں پر مقدم قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (۱)

''اللہ نبی مہاجرین اور انصار کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے اور اس میں تم سے ابتدا کی گئی ہے''۔

چنانچہ جس شخص نے سب سے پہلے بولنا شرع کیا وہ خالد بن سعید بن عاص تھے انھوں نے اپنی بنی امیہ کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے کہا:

اے ابوبکر خدا سے ڈرو اور خوف خدا پیدا کرو تمھیں معلوم ہے کہ علی علیہ السلام کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے کیا فرمایا ہے کیا تمھیں نہیں معلوم کہ جب بنی قریظہ کے دن ہم پیغمبر اکرم ﷺ کو حلقہ میں لئے ہوئے بیٹھے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ہمارے بزرگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''اے گروہ مہاجرین وانصار میں تمھیں ایک وصیت کر رہا ہوں لہٰذا تم اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو میں تمھیں جو حکم دینے جا رہا ہوں اس کو تہہ دل سے قبول کرلو آگاہ ہو جاؤ کہ علی میرے بعد تمہارے امیر اور میرے جانشین ہیں اور مجھ کو اس بات کی خبر میرے پروردگار نے دی ہے، اور اگر تم نے میرے اس

۱۔ سورۂ توبہ آیت ۱۱۷

حکم پر عمل نہ کیا ان کے دامن سے وابستہ نہ رہے ان کی مدد نہ کی تو پھر تمہارے دین کے احکام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور تم پر اشرار مسلط ہو جائیں گے یاد رہے کہ میرے اہل بیت ہی میرے امر کے وارث ہیں اور یہی میرے حکم کے مطابق امت کو چلانے والے ہیں بار الہا جو شخص ان لوگوں میں سے میرے حکم پر عمل کرے اس کو میرے زمرہ میں محشور فرمانا تاکہ وہ میری ہمراہی سے بہرہ مند ہو..."۔

لیکن سوال کرنے والے نے کتاب احتجاج سے صرف ایک فقرہ نقل کر کے بڑی ہوشیاری کے ساتھ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے یہ جملہ احتجاج طبرسی جلد ا صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ دار النعمان نجف اشرف تحقیق سید خرسان میں اس طرح مرقوم ہے:

"پھر وہ حضرت علیؑ کو رسی میں باندھ کر ابوبکر کے سامنے لائے عمر ان کے سر پر تلوار لئے ہوئے کھڑے تھے خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح، سالم، مغیرہ بن شعبہ، اسید بن حضیر، بشیر بن سعد اور دوسرے تمام لوگ ابوبکر کے ارد گرد مسلح بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علیؑ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری وساری تھے کہ خدا کی قسم اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تمہارے ہاتھ مجھ تک نہیں پہنچ پاتے خدا کی قسم یہ سب کچھ میرے پاس تلوار نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے خدا کی قسم جن مشقتوں کو میں سہہ رہا ہوں ان کی وجہ سے میں اپنے نفس کی ملامت نہیں کر رہا ہوں اگر مجھے صرف چالیس افراد مل جاتے تو تمہاری جماعت کو درہم و برہم کر دیتے خدا اس قوم پر لعنت کرے جس نے

میری بیعت کرنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا۔

اس وقت عمر نے خوفناک آواز میں کہا: بیعت کرو؟ علیؑ نے کہا: اگر بیعت نہ کروں تو؟

عمر نے کہا ہم تم کو ذلیل و رسوا کر کے قتل کر دیں گے؟ علیؑ نے کہا: اگر تم ایسا کرو گے تو ایک خدا کے بندہ اور پیغمبر خدا ﷺ کے بھائی کے قاتل قرار پاؤ گے۔ ابوبکر نے کہا: بندۂ خدا تو صحیح ہے لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کے بھائی ہونے کو قبول نہیں کرتے ہیں علیؑ نے کہا: کیا تم اس بات کا انکار کرتے ہو کہ رسولؐ اللہ نے مجھ سے عقد اخوت پڑھا تھا؟ علیؑ نے اس بات کی تین مرتبہ تکرار کی اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے غدیر خم کے دن رسولؐ خدا کا یہ فرمان نہیں سنا، کیا تم نے غزوۂ تبوک میں یہ بیان نہیں سنا تھا...؟ علیؑ نے پیغمبر اکرم کی اپنے بارے میں بیان کی جانے والی تمام باتیں بیان کیں۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا: اے زبیر اے سلمان اور اے مقداد میں تمہیں خدا اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسولؐ اللہ کو مجھ سے یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ فلاں فلاں یعنی پانچ لوگوں نے اپنے نام عہد نامہ تحریر کیا ہے اور انھوں نے جو کام آج انجام دیا ہے اس پر ہم پیمان ہوئے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں ہم نے آپ کے بارے میں ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے، میں (علیؑ) نے آپ سے پوچھا تھا کہ [illegible]

قربان ہوں اس وقت کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ آنحضرتؐ نے
فرمایا اگر تمہیں ساتھی اور مددگار مل جائیں تو ان کا مقابلہ کرنا اور اگر تمہیں ساتھی
اور اعوان نہ ملیں تو بیعت کے ذریعہ اپنی جان کی حفاظت کرنا۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم جن لوگوں نے میری بیعت کی تھی
اگر ان لوگوں میں سے مجھے چالیس آدمی بھی مل جاتے تو میں راہ خدا میں اور
برائے خدا جہاد کرتا، اور خدا کی قسم تم میں سے کوئی ایک آدمی بھی قیامت تک
خلافت کو نہیں پاسکتا۔

پھر آپ نے بیعت کرنے سے پہلے باآواز بلند فرمایا:

ابنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا
یَقْتُلُوْنَنِیْ

''اے میرے بھائی اس قوم نے مجھے ضعیف بنادیا ہے یہ اس وقت میرے قتل
کا ارادہ رکھتے ہیں''

اس کے بعد ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی، زبیر سے کہا گیا اب تم بھی
بیعت کرو لیکن انھوں نے انکار کیا عمر خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ نے ان کو
دھکا دیا اور ان لوگوں نے ان کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھین لی اور اس کو زمین
پر مار کر توڑ دیا، جب عمر ان کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا تو زبیر نے کہا: اے صہاک
کے بیٹے اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تو میرے قریب بھی نہ آتا پھر
اس کے بعد انھوں نے بیعت کرلی۔

سلمان کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان لوگوں نے مجھ کو پکڑا اور میری گردن کو

دبایا قریب تھا کہ میرا دم گھٹ جائے تو پھر انھوں نے مجھ کو چھوڑا اس کے بعد
میرے ہاتھ کو مروڑا پھر مجھ سے بھی زبردستی ان کی بیعت لی گئی اور اسی طرح
ابوذر و مقداد سے بھی زبردستی بیعت لی گئی''۔

طبرسی نے ''احتجاج'' میں اسی کی مانند روایت شیخ صدوق کی کتاب خصال
سے دوسری سند کے ذریعہ امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے۔

قارئین کرام آپ اس مقالہ نگار کی چال بازی اور ہوشیاری دیکھیں کہ
انھوں نے بیعت مولائے کائنات کو کس طریقہ سے اختیاری بیعت بناڈالا اور
اس روایت میں سے ایک جملہ اخذ کرلیا جبکہ یہ پوری روایت اس بات کی
واضح دلیل ہے کہ آپ سے زبردستی بیعت لی گئی تھی اس بات کی تائید انھیں کی
کتابوں سے ہوتی ہے جیسا کہ ابن عبد ربہ نے عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۶۴ پر یہ
عنوان قائم کیا ہے: ''الذین تخلفوا عن بیعۃ ابی بکر'' ''جن لوگوں نے
ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا وہ کہتے ہیں کہ: ''علیؑ، عباس، زبیر جناب
فاطمہؑ کے گھر میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ابوبکر نے عمر بن خطاب کو
بھیجا تاکہ ان کو جناب فاطمہؑ کے گھر سے نکال کرلے آئیں اور کہا اگر وہ
لوگ انکار کریں تو ان کو قتل کردینا اور ان سے جنگ کرنا۔

عمر آگ لے کر ان کے گھر کو جلانے کے لئے آئے، جناب فاطمہؑ
نے ان کو روکتے ہوئے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے کیا تو ہمارے گھر کو جلانے
آیا ہے انھوں نے کہا ہاں، لیکن اگر آپ اس بات کا اقرار کرلیں جس کا امت
نے اقرار کرلیا ہے یہ سن کر حضرت علیؑ گھر سے نکل کر ابوبکر کے پاس آئے

اور پھر بیعت کی"۔

اسی طرح بلاذری نے انساب الاشراف جلد ا صفحہ ۵۸۶ اور ۵۸۷ پر متعدد روایات نقل کی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ ان لوگوں نے زبردستی حضرت علیؑ سے بیعت لی تھی ان میں سے ذیل میں چند روایات پیش کی جارہی ہیں:

۱. ابن عباس سے مروی ہے: جب حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کردیا تو ابوبکر نے عمر بن خطاب کو بھیجا اور کہا کہ ان کو زبردستی میرے پاس لے کر آؤ جب حضرت علیؑ آگئے تو ان کے درمیان گفتگو ہوئی اور حضرت علیؑ نے فرمایا: خلافت کا صرف اتنا دودھ دوہ جتنا تمہارا حصہ ہے خدا کی قسم تم آج خلافت پر اس لئے جان دے رہے ہو تاکہ تم کل اس خلافت کے مالک بن جاؤ...) پھر ابوبکر کے پاس گئے اور ان کی بیعت کرلی...

۲. عدی بن حاتم سے مروی ہے: مجھے کسی پر اتنا رحم نہیں آیا جتنا علیؑ پر اس وقت آیا جب ان کو رسی میں باندھ کر لایا گیا اور ان سے کہا گیا بیعت کرو انھوں نے کہا اگر نہ کروں تو؟ ان لوگوں نے جواب دیا پھر ہم تمہیں قتل کردیں گے۔ آپ نے فرمایا: ایک بندۂ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو قتل کروگے؟ پھر آپ نے اس طرح بیعت کی کہ آپ کا دایاں ہاتھ بند تھا۔

۳. ابی عون سے مروی ہے: ابوبکر نے حضرت علی کے پاس بیعت کیلئے بھیجا مگر آپ نے بیعت نہیں کی جب عمر آگ لیکر آئے تو جناب فاطمہؑ نے دروازے کے پیچھے سے کہا: اے خطاب کے بیٹے کیا تو میرے اوپر میرا دروازہ گرادے گا؟ عمر نے کہا: ہاں کیونکہ اس سے آپ کے باپ کے دین کو تقویت

ملے گی پھر حضرت علیؑ آئے اور انھوں نے بیعت کی۔

۴. حمران بن اعین نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم حضرت علیؑ نے اس وقت تک بیعت نہیں کی جب تک آپ کو اپنے گھر سے اٹھتا ہوا دھواں نہیں دکھائی دیا۔

مصنف: ہمارا کہنا یہ ہے کہ مخالفین اچھی طرح اس بات کو جانتے ہیں کہ جو بیعت زبردستی اور جبر و اکراہ کے ساتھ لی جاتی ہے وہ شرعاً باطل ہے، اور انسان سے زبردستی لئے جانے والا عمل اس کا نہیں ہوتا ہے لہٰذا جس کی زبردستی بیعت لی جائے وہ شرعی خلیفہ نہیں ہوسکتا، اور ابوبکر کی بیعت شروع میں تو خفیہ اور حیلہ سے لی گئی پھر تلوار سے ڈرا دھمکا کر لی گئی اسی لئے عمر نے کہا تھا کہ یہ بیعت ناگہانی ہوئی تھی۔

اسی وجہ سے تلوار کی نوک پر بیعت لینا ایک سنت بن گئی اور تلوار سے غلبہ حاصل کرلینے والی خلافت کو ہی قانونی کہا جانے لگا، اسی راستے اور اسی بدعت پر تمام خلفاء چلتے رہے اور انھوں نے اسی طرح لوگوں کو اپنی بیعت پر مجبور کیا اور ان میں سے کسی نے بھی یہ روش تبدیل نہیں کی سوائے امیر المومنین حضرت امام علیؑ اور حضرت امام حسنؑ کے صرف یہی دو بزرگوار تھے جنھوں نے لوگوں کو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے لوگوں کو بالکل چھوٹ دیدی تھی کہ جو بیعت کرنا چاہے کرسکتا ہے اور جو نہ کرنا چاہے اسے اختیار ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس قول (شوریٰ مہاجرین وانصار کیلئے ہے) کی وضاحت

سوال ۳۷

نہج البلاغہ طبع مصر صفحہ ۸ پر یہ عبارت درج ہے:

اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اِنْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ سَمَّوْهُ اِمَامًا

"شوریٰ مہاجرین وانصار کا حق ہے اگر وہ کسی شخص کے بارے میں اجماع کرلیں تو اس کو اپنا امام بنالو اسی میں رضائے خدا ہے" تو کیا یہ بات آپ کے مذہب کے موافق ہے؟

سوال ۳۸

جب آپ کے امام حضرت علی علیہ السلام یہ فرمارہے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کی بیعت خدا کی خوشنودی ہے تو پھر آپ اس سے کیوں منہ پھیرتے ہیں اور اس پر کیوں راضی نہیں ہوتے؟

جواب ۳۷. ۳۸

پہلی بات تو یہ ہے کہ مولائے کائنات کا یہ جملہ اس خط سے ماخوذ ہے جو آپ نے معاویہ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَوَعُثْمَانَ عَلىٰ مَابَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِاَنْ يَخْتَارَ وَلَالِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ، وَاِنَّمَاالشُّوْرىٰ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، فَاِنْ اجْتَمَعُوْاعَلىٰ رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَاماً كَانَ ذٰلِكَ لله رِضىً، فَاِنْ خَرَجَ مِنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْبِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلىٰ مَاخَرَجَ مِنْهُ، فَاِنْ اَبىٰ قَاتَلُوْهُ عَلىٰ اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللهُ مَاتَوَلّىٰ. وَلَعَمْرِيْ يَامُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّيْ

اَبْرَأَالنَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ اَنِّيْ كُنْتُ فِيْ عُزْلَةٍ عَنْهُ اِلَّااَنْ تَتَجَنّىٰ، فَتَجَنَّ مَابَدَالَكَ. وَالسَّلَامُ

"معاویہ ابن ابی سفیان کے نام: جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انھوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اس بنا پر جو حاضر ہے اسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں اور جو بروقت موجود نہ ہو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین وانصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایکا کر لیں اور اسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی، اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا، الگ ہو جائے تو اُسے وہ سب اسی طرف واپس لائیں گے، جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں گے کیونکہ وہ مومنوں کے طریقہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر سے وہ پھر گیا ہے، اللہ بھی اسے اُدھر ہی پھیر دے گا۔

اے معاویہ میری جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دور ہو کر عقل کی نظر سے دیکھو، تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے خون سے بری پاؤ گے، مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ والسلام" اور نصر بن مزاحم کی کتاب صفین مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۳۱ پر ہے کہ نمیر بن وعلہ نے عامر بن شعبی سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام بصرہ سے آئے تو انھوں نے جریر کو ہمدان سے کوفہ بلایا اور جب آپ [illegible]

ایلچی بھیجنا چاہا تو آپ سے جریر نے کہا کہ آپ مجھے بھیج دیں میں اس کو اس بات کے ماننے پر راضی کرلوں گا اور وہ آپ کے گورنروں میں سے ایک گورنر بن جائے گا اور آپ کی اطاعت کی طرف اہل شام کو بھی دعوت دوں گا اور آپ ان لوگوں کو بالکل میرے ہم وطن اور میری قوم کی طرح پائیں گے اور مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

مالک اشتر نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا اس کو نہ بھیجئے اور اس کی بات کو نہ مانئے خدا کی قسم مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کی خواہش بھی انھیں (شامیوں) کی خواہشات کی طرح اور اس کی نیت بھی انھیں کی نیت کی طرح ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: چھوڑو دیکھیں یہ کیا کرتا ہے، چنانچہ آپ نے اس کو شام بھیج دیا اور جانے سے پہلے اس سے کہا کہ میرے چاروں طرف رسول اللہ کے اصحاب اہل دین اور اہل رائے ہیں جن کو تم نے دیکھا ہے اور میں نے ان سب کے درمیان تمہارا انتخاب کیا ہے کیونکہ تمہارے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنْ" "تم یمن کے بہترین افراد میں سے ہو لہٰذا یہ خط لے کر معاویہ کے پاس جاؤ اگر وہ اس بات کو مان جائے جس کو تمام مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ خط دے کر کہہ دینا کہ میں ان کی گورنری سے راضی نہیں ہوں اور نہ دیگر مسلمان اس کے خلیفہ بننے سے راضی ہیں چنانچہ جریر گئے اور معاویہ کے پاس شام پہنچے دربار میں پہنچ کر اس کے سامنے حمد وثنائے الٰہی کی اور پھر کہا: امابعد اے معاویہ تمہارے ابن عم کی خلافت پر اہل حرمین، اہل مصرین، اہل حجاز، اہل یمن، اہل مصر اور اہل

عروض یعنی اہل عمان، اہل بحرین اور اہل یمامہ نے اتفاق کرلیا ہے سوائے اس علاقہ کے جس میں تو رہتا ہے اور اگر اس علاقہ سے سیلاب گزر جائے تو یہ خود بخود غرق ہو جائے گا اور میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تا کہ تمہیں اس شخص (حضرت علی علیہ السلام) کی بیعت کی طرف تمہاری راہنمائی کروں اور پھر حضرت علی علیہ السلام کا خط اس کے ہاتھ میں دیدیا جسکا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

امابعد: مدینہ والوں نے میری بیعت کرلی ہے لہٰذا شام میں تم پر بھی میری بیعت کرنا واجب ہے کیونکہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے ابوبکر عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انھوں نے میرے ہاتھ پر اُسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اس بنا پر جو حاضر ہے اسے نظر ثانی کرنے کا حق نہیں، اور جو بروقت موجود نہ ہو اسے رد کرنے کا اختیار نہیں، اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین وانصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایکا کرلیں اور اس کو اپنا خلیفہ بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا وخوشنودی سمجھی جائے گی اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نظریہ اختیار کرتا ہوا الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اُسی طرف واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اُس سے لڑیں گے کیونکہ وہ مومنوں کے طریقہ سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے اللہ اس کو وہی دکھائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا اور یہ بہت برا راستہ ہے۔

طلحہ وزبیر نے پہلے میری بیعت کی پھر دونوں نے میری بیعت کو توڑ دیا

اوران کی یہ عہد شکنی بیعت مرتد ہونے کے مترادف تھی لہٰذا میں نے ان سے جہاد کیا یہاں تک کہ حق آشکار اور امر الٰہی ظاہر ہو گیا اور وہ حق کو نہیں مان رہے تھے لہٰذا تو اس راہ کو اختیار کر جس کو تمام مسلمانوں نے اختیار کیا ہے میں تمہارے لئے سلامتی اور عافیت چاہتا ہوں مگر یہ کہ تم خود اپنے کو فتنہ میں ڈال دو اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم سے جنگ کروں گا اور اس سلسلہ میں اللہ سے مدد چاہونگا۔

تم نے قتل عثمان کے بارے میں جو بہت زیادہ شور مچا رکھا ہے، خیریت اسی میں ہے کہ جس چیز کو اور لوگوں نے اختیار کیا ہے اسی کو تم بھی اختیار کرلو اور حکومتی امور کو مجھ پر چھوڑ دو میں تمہاری اور ان لوگوں کی ذمہ داری قرآن کریم کی بنا پر ادا کرونگا لیکن وہ چیز جس کے تم خواہاں ہو وہ اس دھوکہ کے مانند ہے جس کو بچہ کو دودھ پینے سے روکنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔

میری جان کی قسم اگر تم اپنی عقل کی رو سے اور خواہشات نفس سے ہٹ کر دیکھو گے تو قریش کے درمیان خون عثمان کے بارے میں مجھ کو بے گناہ پاؤ گے!

جان لو کہ تم آزاد کردہ ہو جس کو خلافت کا حق نہیں ہے اور اس بارہ میں شوریٰ بھی کچھ نہیں کرسکتی میں تمہارے پاس باایمان مہاجر جریر بن عبداللہ کو بھیج رہا ہوں تم بیعت کرو "ولا قوۃ الا باللہ" اور خدا کی قدرت کے علاوہ کوئی قدرت نہیں ہے۔

جب جریر حضرت کا خط پڑھ چکے تو جریر بن عبداللہ نے خداوند عالم کی حمد

وثنا کے بعد کہا:

اے لوگو! عثمان کے قتل کے معاملہ نے دوسروں کی تو کیا بات وہاں پر موجود لوگوں کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے اس وقت انگشت شمار لوگوں کے علاوہ سب نے علی علیہ السلام کی بیعت کرلی ہے انھیں میں طلحہ اور زبیر بھی تھے اگرچہ انھوں نے کسی دلیل کے بغیر بیعت توڑ دی تھی۔ خبردار اس دین میں فتنوں کی کوئی گنجائش نہیں اور اس وقت عرب جنگ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

کل بصرہ میں گھمسان کا رن پڑا تھا اگر ایسے حوادث کارگر ہو بھی گئے تو لوگوں میں اب ان کو برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں رہ گئی ہے۔

خدا کی قسم اگر ہم حکومت کی باگ ڈور سنبھالنا چاہیں تو ہم اس حکومت کیلئے ان (علی علیہ السلام) کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کریں گے، جو بھی اس کی مخالفت کرے گا خود دردسر میں مبتلا ہوگا۔ لہٰذا اے معاویہ جس طرح اور لوگوں نے علی کی بیعت کی ہے تم بھی ان کی بیعت کرلو اگر تم یہ کہتے ہو کہ تمھیں عثمان نے یہ منصب عطا کیا ہے اور اس سے معزول بھی نہیں کیا۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ اگر تمہاری یہ بات صحیح تسلیم کرلی جائے تو پھر دین خدا میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا چونکہ ہر شخص اس منصب کا دعویدار ہوگا جو پہلے اس کے پاس تھا لیکن خدا نے کسی بھی حاکم کو اس کے پہلے والے حاکم کے فرمان کا مجری نہیں بنایا بلکہ حالات کے مطابق مختلف افراد کو ولایت وحکومت سپرد کی۔

معاویہ نے کہا: اس موضوع کے متعلق تم بھی غور وفکر کرو ہم بھی غور وفکر کرتے ہیں میں عنقریب اہل شام کی رائے سے آگاہ کروں گا جب جریر

نے تقریر ختم کی تو معاویہ نے مسجد میں لوگوں کو نماز جماعت کیلئے بلایا۔ جب سب جمع ہوگئے تو منبر پر گیا اور طولانی گفتگو کے بعد کہا:

اے لوگو! تم جانتے ہو کہ میں تم پر عمر اور عثمان کا خلیفہ ہوں۔ میں نے تم میں سے کسی کو ذلیل وخوار نہیں کیا میں عثمان کا ولی (خون بہا کا مطالبہ کرنے والا) ہوں وہ مظلوم مارے گئے ہیں اور خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿ومن قتل مظلوماً ...﴾ یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کی عثمان کے قتل کے بارے میں کیا رائے ہے؟

سب اہل شام نے ایک زبان ہو کر عثمان کے انتقام کی بات کی اس سلسلہ میں سب نے اسکی بیعت کی اور اس راہ میں اپنی جان اور مال قربان کرنے کا عہد کیا۔(۱)

۲. امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اس طرح معاویہ کو آگاہ کرنا چاہ رہے تھے کہ تم نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی اطاعت کی ہے اور ان کی خلافت کا صرف اس لئے اعتراف کیا ہے کہ صرف مہاجرین وانصار نے ان کی بیعت کی تھی اور اب

---

۱. محمودی نے اس واقعہ کو نہج السعادہ جلد ۴ صفحہ ۸۹ پر مندرجہ ذیل کتابوں سے نقل کیا ہے: کتاب صفین صفحہ ۲۹ طبع مصر اور صفحہ ۱۸ طبع ایران، اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ طبع دوم جس کا عنوان (اخبار علی ومعاویہ من کتاب عسجدۃ الثانیہ فی تواریخ الخلفاء، الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۹۳، ابن ابی الحدید در شرح مختار (۴۳) من خطب نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۷۵ اور اس کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق جلد ۵۶ صفحہ ۱۹۷۴ اور بہ روایت کلبی صفحہ ۶۰ پر تحریر کیا گیا ہے۔

ان ہی لوگوں نے میری (حضرت علی علیہ السلام) بیعت کرلی ہے لہٰذا تمھیں بھی میری بیعت کرلینا چاہئے اور آپ کا یہ فرمان:

فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماماً کان ذالک للہ رضی

اگر وہ لوگ ایک شخص پر اجماع کرلیں اور اسکو اپنا امام مان لیں تو اسی میں خدا کی رضا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ آپ ابوبکر اور عمر کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے تا کہ یہ بات نص رسول کے معارض ہوجائے۔

اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ جس کی بیعت پر مہاجرین اور انصار اجماع کرلیں اس کی حکومت شرعی اور قانونی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے تمام مہاجرین اور انصار کسی ایک شخص کی بیعت پر اجماع کریں اور حکومت سے مراد اس وقت کی وہ امت اسلامیہ ہے جو کسی گمراہی پر اجماع نہیں کرتی، اسی میں اہل بیتؑ شامل ہیں جن کے گمراہی سے بچنے کی خود رسول اللہؐ نے خبر دی ہے۔

امیر المومنینؑ، معاویہ کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے تھے کہ تم طلقاء آزاد شدہ لوگوں میں سے ہو اور تمہارا اس امت میں شمار نہیں ہوتا جن کا اجماع حجت ہے یہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے ہیں لہٰذا تمہارے مخالفت کرنے سے تو اجماع پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں ہے اور جس اجماع کا حضرت علی علیہ السلام نے تذکرہ فرمایا ہے ایسا اجماع کسی کی خلافت پر بھی امکان پذیر نہ ہوسکا نہ ابوبکر کی خلافت پر نہ عمر کی خلافت پر۔ نہ عثمان کی خلافت پر، اور نہ ہی حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر، کیونکہ اس قسم کا اجماع میں ایک

شخص کی مخالفت سے اجماع باطل ہو جاتا ہے اور یہ بالکل واضح وروشن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خلافت پر ایک گروہ نے مخالفت کی تھی۔

میر حامد حسین ہندی اس بارے میں عبقات الانوار جلد ۳ صفحہ ۲۹۹ میں تحریر کرتے ہیں:

دہلوی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر یہ حدیث ثقلین عترت کی امامت کو ثابت کرتی ہے تو پھر شیعوں کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام سے مروی متواتر حدیث کہ ''شوریٰ مہاجرین اور انصار کے لئے ہے'' کیسے صحیح ہوگی؟

میں کہتا ہوں کہ اس کے غلط ہونے کی چند وجہیں ہیں:

۱. ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث ثقلین بارہ اماموں کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے لئے ہم نے مستحکم دلائل اور روشن براہین بیان کر دی ہیں جن کے بعد کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ لہٰذا دہلوی کا شک کرنا بے بنیاد ہے۔

۲. ان کا اس جملہ ''شوریٰ کا حق فقط مہاجرین اور انصار کو ہے'' کو حدیث کہنا لوگوں کو دھوکہ دینا ہے کیونکہ آپ کا یہ جملہ کتب سیرت اور تاریخ میں اس خط میں موجود ہے جو آپ نے معاویہ کے نام تحریر فرمایا تھا اور یہ اس لئے پیش کیا تھا کیونکہ وہ (معاویہ) اس کو تسلیم کرتا تھا۔

۳. اس جملہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حدیث شیعوں کے نزدیک متواتر ہے بالکل غلط ہے۔

۴. یہ جملہ حدیث ثقلین کے منافی نہیں ہے کیونکہ سارے مہاجرین اور

انصار کو ثقلین کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر وہ قرآن وعترت کی راہنمائیوں کے ذریعہ کسی کی امامت پر اجماع کرلیں تو اسکی امامت صحیح ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس طرح کا اجماع اہل بیتؑ میں سے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا اسی سے دوسروں کی خلافت کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔

۵. جس بات پر مہاجرین اور انصار اجماع کریں وہ یقیناً حق ہے کیونکہ اہل بیتؑ بھی مہاجرین میں سے تھے بلکہ اجماعی طور پر مہاجرین کے امام اور پیشوا ہیں لہٰذا اس اجماع کی اتباع کرنا حدیث ثقلین کی روشنی میں قرآن اور عترت دونوں سے تمسک کرنا ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

۶. یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تمام انصار ومہاجرین سے مشورہ کرنا ضروری ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ابوبکر کی بیعت مشورہ سے نہیں ہوئی تھی بلکہ بقول عمر ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی تھی پھر بھی خدا نے اس کے شر سے بچالیا۔ پھر عمر نے کہا کہ اگر آئندہ کسی نے یہ راہ اختیار کی تو بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی گئی ہے دونوں کو قتل کردیا جائے۔

چنانچہ بخاری حضرت عمر کے آخری حج کے موقع پر ان کے اور عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان ہونے والی گفتگو کو یوں نقل کرتے ہیں: ''ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا انھوں نے ابراہیم بن سعد سے انھوں نے صالح سے انھوں نے ابن شہاب سے انھوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے اور انھوں نے ابن عباس سے روایت [illegible]

کے کچھ افراد جن میں عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھا کو قرآن پڑھاتا تھا، ایک دن منیٰ میں ان کے گھر میں تھا اور وہاں پر عمر بن خطاب بھی موجود تھے ان کا یہ آخری حج تھا عبدالرحمٰن نے میرے پاس آ کر کہا: اے کاش ہم اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آ کر کہہ رہا تھا: اے امیر المومنین فلاں شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو یہ کہتا ہے کہ اگر عمر مر گئے تو میں فلاں کی بیعت کرونگا کیونکہ خدا کی قسم ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی تھی جس کے شر سے خدا نے بچالیا۔

عمر نے اس بات سے غضبناک ہو کر کہا: آج رات میں لوگوں سے خطاب کرونگا جس میں اس سازش کے کرنے والوں اور لوگوں کے حقوق غصب کرنے والوں کے بارے میں بھی بتاؤں گا۔

عبدالرحمٰن نے کہا: اے عمر ایسا کام نہ کیجئے چونکہ یہ حج کا موسم ہے لوگوں کا ازدحام ہے اور اکثر لوگ آپ کے ماننے والے ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ تقریر میں ایسی باتیں نہ کہہ جائیں جن کو یہ لوگ نہ سمجھ پائیں لہٰذا مدینہ پہنچنے تک صبر کیجئے کیونکہ مدینہ دارالہجرت اور دارالسنۃ ہے آپ وہاں پر رہنے والے فقہاء اور عظیم شخصیتوں کی ایک میٹنگ کیجئے اور جو کچھ کہنا ہو ان کے سامنے کہیئے اس لئے اہل علم حضرات آپ کی باتیں سنیں گے اور ان سے صحیح نتیجہ اخذ کریں گے۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم مدینہ میں پہلی ہی تقریر میں یہ باتیں بیان کرونگا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ: ہم ذی الحجہ کے آخر میں مدینہ پہنچے جمعہ کے دن

زوال کے وقت جلدی سے مسجد میں پہونچے منبر کے پاس سعید بن زید بن نفیل بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی اس کے کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ عمر آئے جب میں نے ان کو آتے دیکھا تو سعید بن زید سے کہا کہ وہ آج ایسی تقریر کریں گے جیسی آج تک نہیں کی ہے اس نے میری بات کو نہیں مانتے ہوئے کہا: ہمیں ایسی امید نہیں ہے کہ وہ آج ایسی بات کریں جو آج تک نہ کی ہو۔ عمر منبر پر گئے اور موذن کے اذان ختم کرتے ہی کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا:

میں تم کو کچھ باتیں بتانا چاہتا ہوں شاید یہ میری آخری تقریر ہو۔ لہٰذا جو بھی میری بات کو صحیح سمجھ جائے جہاں تک اسکے لئے ممکن ہو وہ اس کو دوسروں تک پہنچائے اور جو نہ سمجھ پائے اس کو میری اجازت نہیں ہے کہ وہ ان کو بیان کر کے مجھ پر بہتان باندھے۔ خداوند عالم نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ان پر کتاب نازل کی، جن چیزوں کو خداوند عالم نے آپ پر نازل کیا ان میں ایک آیت رجم ہے ہم نے اس کو پڑھا اور اچھی طرح سمجھا لہٰذا آنحضرتؐ نے بھی اس حد کو جاری کیا اور آنحضرتؐ کے بعد ہم نے بھی جاری کیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ زمانہ کے گذرنے کے بعد کہیں لوگ اس آیت رجم کا انکار کر بیٹھیں! اس طرح خداوند عالم کی نازل کردہ اس فضیلت کا انکار کر کے گمراہ ہوجائیں قرآن کریم میں رجم کا حکم شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے ہے اور یہ حکم اس وقت ثابت ہوگا جب شاہد شہادت دیں یا عورت حاملہ ہو یا وہ خود اعتراف کریں۔

ہم نے خدا کی کتاب میں پڑھا ہے کہ اپنے والدین سے روگردانی نہ کرو کیونکہ یہ کفر ہے۔ . اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ”میرے بارے میں عیسیٰ بن مریم کی طرح غلو نہ کرنا مجھ کو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہنا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عمر مر جائے تو ہم فلاں شخص کی بیعت کرینگے! اور دیکھو تم ان افراد کے دھوکہ میں نہ آجانا کہ ابوبکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی تھی آگاہ ہو جاؤ ہے تو ایسا ہی لیکن خدا نے اس کے شر سے بچائے رکھا اور تم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی طرف ابوبکر کی طرح گردنیں بلند ہوں لہٰذا جو شخص بھی مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت کرے گا تو بیعت کرنے والے اور جس کی بیعت کی جائے دونوں کو قتل کر دیا جائے گا جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد انصار نے ہماری مخالفت کی تو وہ سب کے سب سقیفہ میں جمع ہوئے علی علیہ السلام اور زبیر اور ان کے ساتھیوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا“ (۱)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود عمر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ابوبکر کی بیعت کی مخالفت ہوئی تھی اور اس خلافت پر مہاجرین اور انصار کا اجماع نہیں تھا جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہوتا لہٰذا اہل سنت حضرت علی علیہ السلام کے بیان سے جو استفادہ کرنا چاہ رہے تھے وہ ان کو حاصل نہ ہو سکا۔

---

۱. ملاحظہ کیجئے خلاصہ عبقات الانوار جلد ۳ صفحہ ۲۹۹

مجلسیں اور تعزیہ برآمد کرنے پر کیا دلیلیں ہیں؟

سوال ۳۹

تعزیہ بنانا کس امام کا فعل ہے معتبر کتاب کا حوالہ درکار ہے؟

سوال ۴۰

اگر تعزیہ بنانا اور اس پر موجودہ طرز کی عزاداری کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت علی علیہ السلام سے ثابت ہو تو براہ کرم ارشاد فرمائیں لیکن صحیح حوالہ کے ساتھ؟

جواب ۳۹، ۴۰

ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا ہے ہماری اور آپ کی کتابوں میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: امت عنقریب میرے فرزند حسین کو قتل کرے گی آپ کے قتل کے

کے پچاس سال پہلے آنحضرت ﷺ نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ وبکا کیا تھا۔
یہ حدیث شرایط شیخین کے مطابق صحیح ہے لیکن انھوں نے نقل نہیں کیا ہے۔
حاکم ''مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۷۶ پر یوں رقمطراز ہیں:
ام الفضل کہتی ہیں کہ: (۱)
ایک دن میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے آنحضرت ﷺ نے پوچھا وہ خواب کیا تھا؟ ام الفضل نے کہا بہت ڈراونا خواب تھا۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
بتاؤ تو کیا ہے؟ ام الفضل نے کہا: آپ کے جسم کا ایک حصہ جدا ہو کر میری آغوش میں آ گرا آپؐ نے فرمایا: نیک خواب ہے انشاءاللہ خداوند عالم جناب فاطمہؑ کو ایک بچہ عطا کرے گا۔ جو تمہاری آغوش میں پرورش پائے گا۔ چنانچہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ارشاد رسولؐ کے مطابق بچے نے میری آغوش میں پرورش پائی، ایک دن میں آپ کی خدمت میں پہنچی تو میں نے حسین علیہ السلام کو آپ کی آغوش میں دیدیا کچھ دیر کے بعد جب میں نے غور سے دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے

۱. ہم کو ابو عبد اللہ محمد بن علی جوہری نے بغداد میں بتایا انھوں نے ابو الاحوص محمد بن ہیثم قاضی سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے ابو عمار شداد بن عبد اللہ سے اور انھوں نے ام الفضل بنت حارث سے روایت نقل کی ہے۔

میں نے آپ سے پوچھا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہو جائیں کیا بات ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جبرئیل میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی میں نے کہا: اسی بچہ (امام حسین علیہ السلام) کو!؟ فرمایا: ہاں اور اس وقت مجھے آپ نے سرخ مٹی دی! یہ حدیث شرائط شیخین کے مطابق صحیح ہے لیکن انھوں نے اسے نقل نہیں کیا ہے''

لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ خداوند عالم جبرئیل کے ذریعہ اس مصیبت کی خبر دے، امت کے کارناموں سے آپ کو آگاہ کرے اور جس سرزمین پر انھیں قتل کیا جائے گا وہاں کی مٹی بھیجے اور پیغمبر اکرم ﷺ اس مصیبت پر آنسو بہائیں مگر اہل سنت حضرات ہیں جو آنحضرت ﷺ کی تاسی نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی امام حسین علیہ السلام کی عزاداری برپا کرتے ہیں۔

۲. شاید آپ کو نہیں معلوم کہ انبیاءؑ، اولاد انبیاءؑ اور اوصیاء کے متعلق محبت کا اظہار کرنا عبادت اور سنت حسنہ ہے اور شاید آپ لوگوں نے وہ آیت نہیں پڑھی جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ یعقوبؑ یوسفؑ کے فراق میں مدتوں گریہ فرماتے رہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ
وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۱)

۱. سورۂ یوسف، آیت ۸۴

"یہ کہہ کر انھوں نے سب سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ افسوس ہے یوسف کے حال پر اور اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں اور غم کے گھونٹ پیتے رہے"

۳۔ نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل، اور تقریر کے بعد ہمارے لئے ائمہ کا قول و فعل اور تقریر حجت ہے چونکہ آنحضرتؐ کا یہ فرمان ہے کہ:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی

"میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں"

اور حسین علیہ السلام مظلوم پر گریہ و بکا اور ان کے غم میں عزاداری کرنا مستحب ہے اس سلسلہ میں ائمہؑ اطہار سے متعدد احادیث مروی ہیں لہٰذا ہم آپ پر گریہ و بکا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کے علاوہ کسی میت پر جزع وفزع کرنا صحیح نہیں ہے۔

۴۔ اس فقہی قاعدہ:

کُلُّ شَیْءٍ لَکَ حلال حَتّٰی تَعْلَمَ اَنَّهُ حَرَامٌ

"تمہارے لئے ہر چیز حلال ہے جب تک تم کو اس کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے" کی رو سے بھی مختلف ممالک میں امام حسین علیہ السلام کی یاد میں کی جانے والی عزاداری ایک جائز فعل ہے۔

واقعۂ کربلا کے راوی کون ہیں؟

سوال ۴۱

جب امام زین العابدین علیہ السلام کے علاوہ عترت رسول مقبول ﷺ کے سب افراد شہید ہوگئے تھے اور حضرت زین العابدین علیہ السلام بحالت مرض خیمہ کے اندر تھے اور مستورات کے چہروں پر برقعے تھے۔ کسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے باہر جھانکنے اور خیمہ سے باہر آنے کی اجازت نہ تھی، تو فرمایئے دسویں محرم کے حالات کس راوی نے ہم تک پہنچائے ہیں؟

جواب ۴۱

واقعہ کربلا لشکر یزید کے دسیوں سپاہیوں اور اہلبیتؑ کے متعدد افراد اور متعدد ساکنین کربلا کے سامنے رونما ہوا تھا۔ اس واقعہ کو اہل سنت اور شیعہ دونوں کے راویوں نے نقل کیا ہے بلکہ اس واقعہ کے بارے میں بہت سی مستقل کتاب

لکھی گئی تھی تاریخ وحدیث آشنا افراد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ واقعہ کربلا ان واقعات میں سے ہے جس کو مورخین اور راویوں نے بہت تفصیل سے نقل کیا ہے اور اکثر کتب تاریخ میں محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے امام زین العابدین اور جناب زینبؑ ہیں جو واقعہ کربلا کی عینی شاہد ہیں۔

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اہل حرم اس واقعہ کے عینی شاہد نہیں ہیں کیونکہ متعدد واقعات ان کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوئے تھے اور خود آپ کی اپنی حدیث کی کتابوں میں ان واقعات کو درج کیا گیا ہے چنانچہ اگر آپ ان کا مطالعہ کریں گے تو میری بات کی تائید کریں گے۔

کیا یزید نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا؟

سوال ۴۲

کیا یہ صحیح ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو یزید بن معاویہ نے قتل کرایا تھا؟ جبکہ بیان کیا گیا ہے کہ یزید نے آپ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یزید کے کچھ وظیفہ خواروں نے آپ کو قتل کیا تھا! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب ۴۲

۱. تاریخ اور حدیث کے ماہرین کا اتفاق ہے کہ یزید نے مدینہ میں اپنے گورنر کو یہ حکم دیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام سے زبردستی بیعت لے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کو قتل کردے۔

جب آپ حاکم مدینہ کے خطرہ کے پیش نظر اپنی جان کی حفاظت کے مقصد سے مکۂ مکرمہ تشریف لے گئے تو یزید نے آپ کو وہاں کے قتل کرانے

کیلئے آدمی بھیجے چاہے آپ خانہ کعبہ کے پاس ہی کیوں نہ ہوں۔ جب امام حسین علیہ السلام عراق پہنچے تو یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر اس کو حکم دیا کہ وہ حسین علیہ السلام کا ڈٹ کر مقابلہ کرے، ان سے یزید کی بیعت کے علاوہ کچھ قبول نہ کرے، اگر انکار کریں تو ان کو قتل کردے، ان پر گھوڑے دوڑائے اور ان کا سر میرے (یزید کے) پاس بھیج دے۔ پانچ مہینوں سے زیادہ مدت تک یعنی نصف رجب سے (جس دن معاویہ کا انتقال ہوا) دس محرم تک یزید حجاز و عراق میں موجود اپنے گورنروں سے خط و کتابت کرتا رہا۔

لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے یزید کے کہے بغیر امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا وہ یا تو جاہل ہے یا ہٹ دھرم ہے۔

۲۔ تعجب تو یزید سے محبت کرنے والوں پر ہوتا ہے جو ہٹ دھرمی کے ذریعہ یزید کے دامن پر لگے ہوئے خون کے دھبہ کو مٹانا چاہتے ہیں کیا ان کو اس چیز پر تعجب نہیں ہوتا کہ یزید فاسق، شرابی، کتوں اور بندروں سے کھیلنے والا تارک الصلاۃ اور اپنی محرم خواتین سے نکاح کرتا تھا!

اگر یزید کے طرفداروں کو میری اس بات پر یقین نہ آتا ہو کہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کا ذمہ دار یزید تھا تو ان کو ذہبی کی تاریخ اسلام اور تاریخ ابن کثیر کا مطالعہ کرنا چاہئے یہ دونوں مذہب کے اعتبار سے حنبلی اور ابن تیمیہ کے چاہنے والے تھے ان کے علاوہ طبری، ابن اثیر، ابن خلدون اور ابن عساکر وغیرہ... کے تاریخوں کی طرف رجوع کریں جن میں یزید کے گھناؤنے افعال مرقوم ہیں۔

ہمارے نکتہ نظر سے اس فکر کے بانی ابن تیمیہ ہیں جنھوں نے اہل بیتؑ سے تعصب میں کتب احادیث، تاریخ اور حتی اپنے ہم مسلک علماء کے نظریات سے چشم پوشی کرتے ہوئے یزید کو امام حسین علیہ السلام کے قتل سے بری الذمہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے!

چنانچہ ابن تیمیہ اپنی کتاب رأس الحسین صفحہ ۲۰۷ پر رقمطراز ہیں: یزید حسین علیہ السلام کے قتل پر خوش نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے آپ کے قتل پر دکھ کا اظہار کیا تھا لیکن خداوند عالم اس کی نیت کو بہتر جانتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یزید نے قتل حسین علیہ السلام کا حکم نہیں دیا تھا لیکن اس نے حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام بھی نہیں لیا تھا اور نہ ہی ان کو کوئی سزا دی تھی کیونکہ انھوں نے یزید کی حکومت بچانے کی خاطر یہ قدم اٹھایا تھا اور نہ یزید نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؑ کا حق ادا کیا تھا نہ ہی اس سے عدالت اور نیک سیرت کا کوئی نمونہ دیکھنے کو ملا جس سے اس کی تحسین کی جا سکے اور نہ کسی نے یہ ادعا کیا ہے کہ وہ ایسا بدکار آدمی تھا جس کی بنا پر وہ حد شرعی کا مستحق ہوتا البتہ اہل حرہ کے واقعہ کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے یہ عمل دشمنی کی بنیاد پر انجام دیا تھا۔

مذکورہ عبارت کے آخری جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنی کی وجہ سے ابن تیمیہ کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کئے جانے کے متعلق شک تھا اس کے باوجود اس نے یزید کو اپنی پیچ دار باتوں کے ذریعہ بچانے کے لئے کہا ہے کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر [illegible] قتل کر دیا

کیا یہ حکم نہیں ہے اگرچہ ابن تیمیہ نے یزید پر لعنت بھیجنے کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ مدینہ کی تباہی اور اصحاب کی قتل و غارت کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے نہیں ذرا دیکھئے بدتوفیقی کا آخری انجام!

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب راس الحسین صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے کہ یزید نے متعدد غلط کام بھی انجام دیئے تھے جیسے واقعہ حرہ ایک صحیح روایت میں علی علیہ السلام کے ذریعہ پیغمبر کی یہ حدیث نقل ہوئی ہے: مدینہ حرم ہے لہٰذا جو اس کے اندر کوئی غلط کام کرے یا کسی غلط کام کرنے والے کو پناہ دے اس پر خدا ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سلسلہ میں اس کا کوئی نیک کام قبول نہ ہوگا نیز فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کے بارے میں برے ارادے رکھے خداوند عالم اس کو اس طرح نابود کرے گا جس طرح پانی میں نمک نابود ہو جاتا ہے۔

اسی لئے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا آپ یزید سے حدیث نقل کر سکتے ہیں؟ کہا نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا ناروا سلوک کیا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا: کیا خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے والا یزید سے محبت رکھ سکتا ہے؟ امام احمد کے بیٹے نے ان سے کہا کہ پھر کس لئے اس پر لعنت نہیں بھیجتے تو جواب میں کہا: تم نے کبھی اپنے باپ کو کسی پر لعنت بھیجتے دیکھا ہے۔

۳۔ یزید کو بری الذمہ کرنے کی ابن تیمیہ کی ساری کوششیں بے کار ہیں کیونکہ تمام مذاہب کے علما نے یزید کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور یزید سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اس پر لعنت بھیجنے کے جواز کا فتوا دیا ہے۔

بعض نے اس کو کافر قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

الف: حنبلی بزرگ عالم دین ابن جوزی نے یزید پر لعنت اور اس سے اظہارِ برائت کے واجب ہونے کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس کا نام "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" رکھا یعنی "اس متعصب دشمن کا جواب جس نے یزید کی مذمت سے انکار کیا" اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ یزید ہی امام حسین علیہ السلام کے قتل کا اصل ذمہ دار تھا اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے فتوی کو یزید پر لعنت کے بارے میں بیان کیا ہے۔

قندوزی نے ینابیع المودۃ جلد ۳ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ "ابن جوزی نے اپنی کتاب "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" میں کہا ہے کہ کسی نے مجھ سے یزید کے بارے میں سوال کیا میں نے جواب دیا کہ اس کے کارنامہ معروف ہیں، پوچھا: کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے جواب دیا: پرہیزگار علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور ان ہی میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں جنھوں نے یزید کے بارے میں ایسی بات کہی ہے جو لعنت سے بھی بڑھ کر ہے۔

پھر ابن جوزی نے قاضی ابو یعلی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب "المعتمد فی الاصول میں سے صالح بن امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: بعض لوگ ہماری طرف یزید کی دوستی کی نسبت دیتے ہیں؟ کہا: کیا کوئی خدا پر ایمان رکھنے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے کیوں نہ اس پر لعنت کریں جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہے؟

نے پوچھا: کس آیت میں؟ کہا: یہ آیت (**فھل عسیتم ...**) (سورۂ محمد آیت ۲۲،۲۳) کیا قتل سے بڑھ کر کوئی فساد ہے؟ ابن جوزی کا بیان ہے کہ: قاضی ابویعلی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں لعن کے مستحقین کو بیان کیا ہے ان میں یزید کا بھی ذکر ہے۔ پھر یہ حدیث نقل کی ہے کہ ''جو اہل مدینہ کو ناحق ڈرائیگا اس پر خدا، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

شیخ عباس قمی ''الکنی والالقاب جلد ۱ صفحہ ۹۲'' پر لکھتے ہیں کہ ابن جوزی کا کہنا ہے: جب میرے دادا ابوالفرج نے بغداد میں منبر پر بزرگ علماء اور امام ناصر (عباسی خلیفہ) کے سامنے یزید پر لعنت بھیجی تو بہت سے کج فکر افراد اس مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے تو میرے دادا نے کہا:

اَلَا بُعْداً لِمَدْیَنَ کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۱)

''سن رکھو کہ جس طرح ثمود (خدا کی بارگاہ سے) دھتکارے گئے اسی طرح اہل مدین کو بھی دھتکار ہوئی''

ہمارے بعض اساتذہ نے ہم سے نقل کیا ہے کہ اس دن ایک جماعت نے میرے دادا سے یزید کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا اس شخص کے بارے میں کیا پوچھتے ہو جس نے تین سال حکومت کی اور پہلے ہی سال میں امام حسین بن علی علیہ السلام کو قتل کیا دوسرے سال اہل مدینہ کے خون کی ہولی کھیلی اور تیسرے سال کعبہ کو منہدم کرایا۔ لوگوں نے کہا: ہم اس پر لعنت کر سکتے ہیں تو

۱. سورۂ ہود، آیت ۹۵

دادا نے کہا پس لعنت کرو!

میرے (جد) دادا نے اپنی کتاب ''**الرد علی المتعصب العنید**'' یعنی متعصب دشمن کا جواب'' میں تحریر کیا ہے: حدیث میں ہے کہ جس نے یزید کے کرتوت کا کوئی دسواں حصہ بھی انجام دیدیا وہ ملعون ہے پھر لعنت کے مستحق لوگوں کی فہرست بیان کی جیسے خال کوبی کرنے والے، سود دینے والے، سود کھانے والے اور شراب بنانے اور پینے والے۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۳ پر راویوں کی توثیق کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے: ضحاک کا کہنا ہے کہ جب حسین بن علی علیہ السلام حکومت یزید سے ناراض ہوکر کوفہ کی طرف تشریف لے گئے تو یزید نے کوفہ کے گورنر ابن زیاد کو خط لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف چلے گئے ہیں لہٰذا تمام زمانوں میں تیرا زمانہ اور تمام شہروں میں تیرا شہر اور تمام عمال کے درمیان تو امتحان کے مرحلہ میں ہے۔ اس مرحلے کے گذرنے کے بعد انسان آزاد ہوجاتا ہے یا اس کی گردن میں غلامی کا طوق پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ ابن زیاد نے انھیں قتل کیا اور ان کا سر یزید کو بھیج دیا جب وہ سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے حصین بن حمام مری کا یہ شعر پڑھا:

نفلق هاماً من رجال احبة الینا وهم کانوا اعقّ

۱. اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۵، ابن عساکر نے تاریخ دمشق جلد ۱۴ صفحہ ۲۱۴، ذھبی نے سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۳۰۵، اور ابن کثیر نے نہایہ جلد [illegible] پر نقل کیا ہے۔

واظلما(۱)

''ہم ایسے عزیزوں کے سرتن سے جدا کرتے ہیں حالانکہ انھوں نے اپنے رفتار وکردار کے ذریعہ خود پر ظلم کیا اور ہم سے عاق ہوگئے''

ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد۴ صفحہ ۳۷ پر یزید کے حالات زندگی کے بارے میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: وہ طاقتور، شجاع، چالاک، ہوشیار، ذہین، فصیح بیان اور اچھا شاعر تھا، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ سخت دشمن علی، بد خلق، تند خو، شرابی اور منکرات کا دلدادہ تھا، اسکی حکومت کا آغاز قتل امام حسین علیہ السلام سے اور انجام واقعہ حرہ پر ہوا جس کی وجہ سے لوگ اس سے ناراض ہوگئے، وہ بابرکت زندگی سے محروم تھا، امام حسین علیہ السلام کے بعد متعدد لوگوں نے اس کے خلاف خروج کیا جیسے اہل مدینہ اور مکہ میں مرداس بن ادیہ حنظلی بصری، نافع بن ارزق، طواف بن معلی سدوسی اور ابن زبیر نے قیام کیا تھا۔

آلوسی نے اپنی تفسیر جلد ۲۶ صفحہ ۷۳ پر قرآن کی اس آیت:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ
وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ

کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: جو لوگ کہتے ہیں کہ یزید نے کچھ نہیں کیا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے ایسے لوگوں کو یزید کے انصار و مددگاروں میں شمار کرنا چاہئے میں کہتا ہوں کہ یہ خبیث حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا منکر تھا، اس نے حرم خدا، نبی کے اہل حرم اور عترت اطہار کے ساتھ ان کی زندگی اور مرنے کے بعد جو کچھ ناروا برتاؤ کیا ہے وہ قرآن مجید کے ورق کو غلاظت

میں ڈالنے سے کم نہیں تھا میرے خیال میں یہ باتیں کسی انسان پر پوشیدہ نہ ہوں گی البتہ وہ لوگ یزید کے خوف سے ساکت رہے ہوں گے۔

اس سلسلہ میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس جیسے پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اس جیسا کوئی نہیں ہوسکتا۔

وہ مزید لکھتے ہیں: برزنجی نے اپنی کتاب الاشاعۃ میں اور ہیثمی نے اپنی کتاب صواعق میں نقل کیا ہے کہ جب امام احمد بن حنبل کے فرزند نے اپنے والد سے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا: اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر قرآن نے لعنت کی ہے۔ بیٹے نے سوال کیا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اس میں کہیں بھی یزید پر لعنت نہیں ہے تو احمد بن حنبل نے کہا: خداوند عالم کا ارشاد ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ
وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ

اور یزید نے جو کچھ انجام دیا اس سے بڑا فساد کونسا ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد ان علماء کا تذکرہ کیا جنھوں نے اس کو واضح لفظوں میں کافر اور اس پر لعنت بھیجنے کو جائز کہا ہے انھیں میں قاضی، ابو یعلی اور ابن جوزی ہیں۔

پھر تفتازانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: یزید اور اس کے اعوان و انصار پر خدا کی لعنت میں شک نہیں ہے۔

اس کے بعد آلوسی نے ابن وردی کی تاریخ اور ابن خلکان کی الوافی بالوافیات سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کی عورتیں بچے

ساتھ نیزوں پر شہداء کے سر دربار میں پہونچے اس وقت یزید اپنے محل میں بیٹھا تھا، کوا کائیں کائیں کرر ہا تھا اور یزید یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

لما بدت تلک الحمول واشرقت
تلک الشموس علی ربی جیرون
نعب الغراب فقلت قل اولا تقل
فلقد قضیت من النبی دیونی

"جب اس کاروان پر نظر پڑی اور وہ چمکتے سورج محل کے سامنے طلوع ہوئے کوّے نے کائیں کائیں کرنا شروع کیا تو میں نے کہا تو کائیں کائیں کر یا نہ کر میں تو نبی سے بدلہ لے چکا"

آلوسی یزید کے شعر کی یوں وضاحت کرتے ہیں: یزید یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ حسین علیہ السلام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جنگ بدر میں قتل کئے جانے والے اس کے نانا عتبہ اور ماموں پسر عتبہ کے بدلے میں قتل کیا گیا ہے جبکہ یہ یزید کی کفر والی باتیں ہیں"

شوکانی نے نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۱۴۷ پر تحریر کیا ہے:

"بعض اہل علم نے افراط سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ایک بدمست شرابی، شریعت خدا کی ہتک حرمت کرنے والے پر خروج کیا، یزید پر خدا کی لعنت ہو، ایسی باتوں سے انسان کو بڑا تعجب ہوتا ہے جن سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہر سننے والے کا سر چکرا جاتا ہے"

جاحظ نے اپنے گیارہ رسالوں میں سے بنی امیہ کے بارے میں لکھے

جانے والے رسالہ کے صفحہ ۳۹۸ پر کہا ہے: "یزید جن برائیوں کا مرتکب ہوا جیسے حسین علیہ السلام کا قتل، ان کے خاندان کا اسیر کرنا، ان کے دندان مبارک پر چھڑی رکھنا، اہل مدینہ کو ڈرانا، کعبہ کا منہدم کرنا اس کی قساوت قلبی، بغض و نفاق اور دائرۂ ایمان سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ فاسق اور ملعون ہے اور جو ملعون پر لعنت کرنے سے روکے وہ بھی ملعون ہے"

ابن عماد حنبلی شذرات الذہب جلد ۱ صفحہ ۶۸ پر تحریر کرتے ہیں:

"تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں لکھا ہے کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی یا اس سے راضی ہوا اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ حق بات یہ ہے کہ قتل حسین علیہ السلام پر یزید کا راضی ہونا اور اہل بیت کے ساتھ برا سلوک کرنا ایسی باتیں ہیں جن کے صحیح ہونے کا متعدد محدثین اور مورخین نے اعتراف کیا ہے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ لوگوں نے اس کے جزئیات کو نقل کیا ہو ان باتوں کے پیش نظر ہم کو یزید کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اسی لئے ہم اس پر اور اس کے اعوان وانصار پر لعنت بھیجتے ہیں"

شبراوی نے اپنی کتاب الاتحاف بحب الاشراف میں صفحہ ۶۲ پر یزید کے اعمال وافعال کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: "کسی عقلمند کو اس میں شک نہیں ہے کہ یزید امام حسین علیہ السلام کا قاتل تھا کیونکہ اسی نے ابن زیاد کو ان کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا"

معاویہ یزید کے تمام اعمال وافعال کا ذمہ دار ہے

سمہودی وفاء الوفاء کی جلد اصفحہ ۹۱ پر لکھتے ہیں:

''ابن ابی خثیمہ نے صحیح سند کے ساتھ جویریہ بنت اسماء سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے حالت احتضار میں یزید کو بلا کر کہا کہ تجھے اہل مدینہ سے ایک نہ ایک دن سامنا کرنا پڑے گا اگر انھوں نے کچھ کیا تو مسلم بن عقبہ کو بھیجوا دینا میں نے اس کی باتیں سنی ہیں جب یزید حاکم ہوا تو ابن حنظلہ ایک جماعت کے ساتھ یزید کے پاس پہنچے یزید نے ان کا بڑا احترام کیا اور انھیں ہدایا و تحفے دئے مگر جب وہ مدینہ واپس ہوئے تو لوگوں کو یزید کے خلاف بھڑکایا اور ان کو یزید کے خلاف بغاوت کی دعوت دی، انھوں نے مثبت جواب دیا اس بات کا یزید کو پتہ چلا تو اس نے مسلم بن عقبہ کو مسلح کر کے ان کی طرف بھیجا''

حافظ ابن عقیل نے کتاب النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ کے صفحہ ۶۲ پر تحریر کیا ہے:

محدث ابن قتیبہ نے کتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں اور بیہقی نے 'المحاسن والمساوی'' میں تحریر کیا ہے:

ابو معشر کا بیان ہے کہ: ایک شامی انصار کی عورت کے گھر میں داخل ہوا وہ حالت نفاس میں تھی اور اس کا بچہ اس کی آغوش میں تھا اس شخص نے اس عورت سے کہا کہ کیا تیرے پاس مال ہے اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اس نے کہا:

مجھے کچھ دو، ورنہ میں تمہیں اور تمہارے اس بچہ کو قتل کر دونگا عورت نے کہا:

تجھ پر وائے ہو یہ رسول اللہ ؐ کے صحابی ابی کبشہ انصاری کا بیٹا ہے میں نے ان

کے ساتھ بیعت شجرہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس پر بیعت کی ہے کہ چوری نہ کروں زنا نہ کروں اپنی اولاد کو قتل نہ کروں اور کوئی بہتان اور افتراء پردازی نہ کروں، اور آج تک میں نے ایسا کوئی کام انجام نہیں دیا ہے لہٰذا تو بھی خدا کا خوف کھا۔

جب وہ شخص نہ مانا تو اس عورت نے بچہ سے کہا:

اے میرے لال خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں اسے تیرے فدیہ کے طور پر دیدیتی۔

راوی کہتا ہے:

اس شخص نے دودھ پیتے بچہ کو ماں کی آغوش سے چھین کر دیوار پر دے مارا جس سے اس کا بھیجا زمین پر بکھر گیا راوی کا کہنا ہے کہ وہ شخص ابھی گھر سے نکلنے ہی نہ پایا تھا کہ اس کا آدھا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔

اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات اہل شام اور مسلم بن عقبہ کے بارے میں نقل ہوئے ہیں اور چونکہ مسلم بن عقبہ یزید کے حکم پر عمل کرتا تھا اور یزید، معاویہ کا قائم مقام تھا اس کے حکم کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا اس لئے امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا خون اور ان تمام اہانتوں کے ذمہ دار سب سے پہلے معاویہ اس کے بعد یزید اور پھر مسلم بن عقبہ ہیں!!

کیا ان تمام کرتوت کے بعد یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس نے توبہ کر لی تھی؟

ہرگز نہیں کسی نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ معاویہ نے ہمارے لئے ہر دور کے لئے ایک باغی گروہ تیار کر دیا ہے اور آج بھی اس ... حق کو

الٹ دیتے ہیں اور حق کو باطل کا لباس پہنا دیتے ہیں اور اس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں:

وَمَنْ يُرِدِ اللهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللهِ شَيْئاً (۱)

''اور (اے رسول) جس کو خدا خراب کرنا چاہتا ہے تو اس کے واسطے خدا تمہارا کچھ زور نہیں چل سکتا''

۱. سورۃ مائدہ آیت ۴۱/

کالا کپڑا پہننے سے منع کرنے والی روایات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سوال ۴۳

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۸۱ پر یہ روایت درج ہے کہ کالا کپڑا نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔ اس عبارت کا مقصد اور اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب ۴۳

جی ہاں شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ پر حدیث نمبر ۷۶۷ کے تحت روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے:

لاتَلْبَسُوا السواد فَإِنَّهُ لِبَاسُ فِرْعَوْن

"کالا لباس نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے"

دوسری روایت (حدیث ۷۶۸) میں ہے:

وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَكْرَهُ السَّوَادَ اِلَّا فِيْ ثَلَاثَةٍ
اَلْعِمَامَةُ وَالْخُفُّ وَالْكِسَاءُ)

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین چیزوں عمامہ، جوتا اور ردا کے علاوہ کالا کپڑا پہننے کو مکروہ سمجھتے تھے"

اسی وجہ سے بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں: کیا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں کالا کپڑا پہننا مستحب ہے؟ یا بقیہ ائمہ معصومینؑ کے سوگ میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا یہ بات اس مسئلہ کے منافی نہیں ہے جس میں نماز میں سیاہ کپڑا پہننے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ بعض حالات میں کالا کپڑا پہننا مکروہ ہے تو عزائے سید الشہداء میں کالا کپڑا پہننا اس کراہت سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ اس غم کی نشانی ہے جس کا اظہار کرنا مستحب ہے اور صدر اسلام سے لیکر آج تک اہل بیت کے غم کا اظہار اسی لباس کے ذریعہ ہوا ہے۔

لہٰذا ائمہ اہل بیتؑ سے کالے لباس کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات اگر وہ ہر اعتبار سے صحیح ہوں تب بھی ان کا امام حسین علیہ السلام کی عزاداری میں کالے کپڑے پہننے سے کوئی تعلق نہیں ہے چونکہ ائمہ نے بنی عباس کے ظالم وجابر بادشاہوں سے مشابہت رکھنے سے منع کیا تھا جنھوں نے اپنا رسمی اور قومی لباس ہی سیاہ کپڑا قرار دیدیا تھا اور وہ تمام مسلمانوں کو اسی لباس کے پہننے پر

مجبور کرتے تھے۔

تاریخی اعتبار سے یہ بات بالکل طے ہے کہ عباسیوں نے اپنی پہچان سیاہ پرچموں کو بنا رکھا تھا اور اس کی وجہ ان کا اپنے اوپر پیغمبر کی اس حدیث کو صادق کرانا تھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے لئے مشرق سے سیاہ پرچم برآمد ہوں گے۔

اس کے بعد انھوں نے اپنے انصار اور چاہنے والوں کو بھی کالے کپڑے پہنا ڈالے اور اس کی یہ وجہ بیان کی کہ وہ شہدائے کربلا وغیرہ کے غم میں محزون ہیں اسی وجہ سے ان کو (مُسَوِّدہ) (یعنی سیاہ لباس پہننے والے) کہا گیا اور جب ان کا حکومت پر قبضہ ہوگیا تو انھوں نے اپنے حکومتی کارکنان یہاں تک کہ عام لوگوں کو بھی کالے کپڑے پہننے پر مجبور کیا اور ان کے لئے کالی لمبی ٹوپی پہننا لازم کردیا گیا!!... الخ۔

بہر حال جن روایات میں کالا کپڑا پہننے سے روکا گیا ہے اس کی وجہ لوگوں کا عباسیوں سے مشابہ نہ ہوجانا تھا اور ان احادیث کا اس لباس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے جو امام حسین علیہ السلام کے غم اور سوگ میں پہنا جاتا ہے۔

محقق بحرانی حدائق الناضرہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۶ پر یوں تحریر کرتے ہیں:

وَمِنْهَا: اَنَّهُ يُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِي الثِّيَابِ السُّوْدِ،
عدا العِمَامَةِ وَالْخُفِّ وَالْكِسَاءِ، وَهُوَ ثَوْبٌ مِنْ
صُوْفٍ وَمِنْهُ الْعَبَا

"عمامہ، موزہ اور کساء کے علاوہ کالے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

کساء اون کا ایک کپڑا ہوتا ہے جس کو عبا بھی کہتے ہیں"

لیکن بعید نہیں ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام میں جو سیاہ کپڑے پہنے جاتے ہیں وہ ان احادیث سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ روایات سے یہ مطلب بالکل واضح ہے کہ حزن وغم کے شعائر کا اظہار ہونا چاہئے کیونکہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو شیخ مجلسی نے برقی کی کتاب محاسن سے نقل کیا ہے کہ جناب عمر بن زین العابدین سے نقل کیا گیا ہے:

لَمَّاقُتِلَ جَدی الحُسَیْنِ الْمَظْلُوم الشهید لبس
نِسَاء بنی هاشم فِیْ مَاتَمِة ثِیَاب السَّوادِ، وَلَمْ
یُغَیِّرْنَهافِیْ حَرٍّاَوْبَرْدٍوَکَانَ الامَامُ زَیْنِ الْعابِدِیْن
یَصْنَعُ لَهُنَّ الطَّعَام فِیْ الْمَاتَم

"جب میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو بنی ہاشم کی خواتین نے آپ کے سوگ میں سیاہ کپڑے پہنے اور انھوں نے چاہے سردی کا موسم ہو یا گرمی کا کالا کپڑا پہننا ترک نہیں کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام ان کے کھانے اور پینے کا انتظام کرتے تھے۔"

شیخ حر عاملی وسائل الشیعہ جلد۲ صفحہ ۳۵۷ پر روایت نقل کرتے ہیں:

حسن بن ظریف بن ناصح عن ابیه عن
الحسین بن زید عن عمر بن علی بن
الحسین قال: لماقتل الحسین بن علی
لبس نساء بنی هاشم السواد المسوح، وکن
لایشتکین من حر ولابرد، وکان علی بن

الحسین عمل لهن الطعام للماتم

"حسن بن ظریف بن ناصح نے اپنے والد سے انھوں نے حسین بن زید سے اور انھوں نے عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے: جب امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو بنی ہاشم کی خواتین نے کالا اور معمولی لباس پہنا اور سردی اور گرمی میں ان کو تبدیل نہیں کیا، وہ نوحہ وماتم میں مشغول رہتی تھیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ان کے کھانے اور پینے کا انتظام کرتے تھے"

بحار الانوار جلد ۴۵ صفحہ ۱۹۵ پر ہے:

وَفِی روایة اخریٰ... قال: فلمااصبح
استدعیٰ حرم رسول الله فقال لهن
ایمااحب الیکن: المقام عندی اوالرجوع
الی المدینة ولکم الجائزة السنیه؟ قالوا
نحب اولاان ننوح علی الحسین، قال:
افعلوا ما بدا لکم، ثم اخلیت لهن الحجر
والبیوت فی دمشق، ولم تبقی هاشمیة ولا
قرشیةُ الاولبست السوادعلی الحسین،
وندبوه علی مانقل سبعة ایام، فلما کان الیوم
الثامن دعاهنّ یزید، وعرض علی هن المقام
فابین، واراد الرجوع الی المدینة، فاحضر
لهم المحامل وزینها، وامر بالانطاع
الابریسم.

''دوسری روایت میں ہے کہ یزید نے اہل حرم سے پوچھا آپ شام میں رہنا چاہتے ہیں یا مدینہ جائیں گے اور ہم آپ کو بہترین ہدایا پیش کرینگے؟ انھوں نے کہا سب سے پہلے تو ہم امام حسین علیہ السلام کا سوگ منائیں گے اور ان پر نوحہ و گریہ کریں گے۔ اس نے کہا جو آپ کا دل چاہے کریں۔ پھر اس نے دمشق میں ان کے لئے ایک مکان خالی کرایا سب اہل حرم نے امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں کالے لباس زیب تن کئے اور بعض روایات کی بنا پر سات دن تک نوحہ و ماتم کیا جب آٹھواں دن ہوا تو یزید نے ان کو اپنے پاس بلا کر انھیں کچھ منصب دینا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔

جب انھوں نے مدینہ جانے کا اظہار کیا تو ان کے لئے محملیں تیار کی گئیں اور ان کو ابریشم سے سجانے کا حکم دیا''

کتاب وفیات الائمہؑ صفحہ ۸۵ پر آیا ہے:

ثم رَجَعَ الحسن والحسين واخو تهمامن دفنه، وقعدفي بيته ولم يخرج ذالک اليوم، ثم خرج عبد الله بن العباس بن عبد المطلب الى الناس فقال: ان امير المومنين قدتوفي وانتقل الىٰ جوار الله، وقدترک بعده خلفا، فان احببتم خرج اليكم وان كرهتم فلااحد على احد، فبكى الناس و ضجوابالبكاء والنحيب فقالوابل يخرج الينا، فخرج اليهم الحسن

وعليه ثياب سود وهو يبكي لفقد ابيه فصعد المنبر فحمد الله واثنى عليه، وذكر النبي فصلى عليه، ثم قال: ايها الناس: اتقوا الله فانا امراؤكم وساداتكم واهل البيت الذين قال الله فيهم :انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيراً''

جب امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور آپ کے برادران علی علیہ السلام کو دفن کر کے واپس پلٹے اور اپنے بیت الشرف میں تشریف لائے اور اس دن بالکل گھر سے باہر نہ نکلے تو عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا: امیر المومنین علیہ السلام تو دنیا سے کوچ کر گئے اور بارگاہ الٰہی میں پہنچ گئے ہیں لیکن وہ اپنے بعد اپنے بیٹوں کو چھوڑ گئے ہیں اگر تم چاہو وہ تم سے مل سکتے ہیں اور کسی پر کوئی جبر نہیں ہے، لوگوں نے گریہ و بکا شروع کر دیا اور چیخ مار کر رونے لگے، انھوں نے کہا: امام حسن علیہ السلام سے کہہ دیجئے کہ وہ خود ہمارے درمیان تشریف لائیں امام حسن علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اس وقت آپ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور اپنے پدر بزرگوار کی وفات حسرت آیات پر آنسو بہا رہے تھے، آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا اور نبیؐ پر صلوات بھیجنے کے بعد آپ نے فرمایا لوگو! اللہ سے ڈرو ہم تمہارے امیر و حاکم اور وہ اہل بیت ہیں جن کے لئے خداوند عالم نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً

""بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک وپاکیزہ رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے""

ایہا الناس آج کی رات اس شخص نے رحلت کی ہے، جس جیسا نہ پہلے کوئی تھا اور نہ اب ان جیسا کوئی ہوگا، وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے بڑے اخلاص کے ساتھ ان پر جان نثار کرتے تھے، آنحضرتؐ ان کو اپنا علم دے کر میدان جہاد میں بھیجتے تھے اور جب آپ جنگ کیلئے جاتے تھے تو دائیں طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ان کی حفاظت کرتے تھے اور وہ اس وقت تک میدان سے واپس نہیں آتے تھے جب تک انھیں فتح حاصل نہ ہو جاتی تھی۔

کیا تھوک سے استنجاء ہو سکتا ہے؟

سوال ۴۴

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۸۱ پر ہے:

اِذا لم یجد ماء للتطھیر من البول، فلیطھرہ بماء فمہ

""یعنی اگر پیشاب کا مقام پاک کرنے کے لئے پانی نہ ملے تو اپنے تھوک سے استنجا کیا جا سکتا ہے"" اس کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

جواب ۴۴

مقالہ نگار نے جس بات کا تذکرہ کیا ہے وہ ہماری کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور جو حوالہ دیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے۔

کیونکہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کی چار جلدیں ہیں [illegible] کسی جلد

میں بھی ذکر شدہ صفحہ تو دور کی بات جو کچھ انھوں نے تحریر کیا ہے اس کا بھی کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

التماس سورۃ الفاتحہ

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی — سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید حسن رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی — سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی — سیدہ اُمّ حبیبہ بیگم

حاجی شیخ علیم الدین — شمشاد علی شیخ — مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون — شمس الدین خان — و جملہ شہداء و مرحومین ملت جعفریہ

طالبانِ دعا

سید حسن علی نقوی ، حسّان ضیاء خان

سعد شمیم ، حافظ محمد علی جعفری

naqviz@live.com